افاداتِ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی دامت برکاتہم

خلیفہ و مجاز حضرت [illegible] الامت پرتاب گڑھی (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی) صدر دار العلوم محمدیہ بنگلور

کی مجالس مبارکہ میں پڑھ کر سنائے جانے والے نادر واقعات اور اقوال مبارکہ کا مجموعہ

مرتب

قاری محمد مفیض الدین قدوسی نواز بہار

استاذ دار العلوم محمدیہ بنگلور

۲۴۵۵۳

مکتبہ طیبہ دیوبند

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : افاداتِ حکیم الامتؒ
از : حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ﷾
مرتب : قاری محمد مفیض الدین قدوسی نوادہ بہار
کتابت وتزئین : مولانا فہیم احمد قاسمی سرسی سیتامڑھی، حبان گرافکس بنگلور
صفحات : 176
تعداد :
قیمت : ....روپئے
ناشر :

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA
#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	ثواب اور انتساب	12
2	حروفِ عثمانی	13
3	حروفِ قدوسی	14
4	حکیم الامتؒ کی حکمت	15
	عقیدت کی اہمیت	16
	ایک بزرگ کا امتحان	16
	دہلی کے ایک بزرگ کا قصہ	17
	ولایت اسبابِ ولایت اختیار کرنے سے ملتی ہے	18
	مجنوں کو عشق لیلیٰ سے بھی عشق تھا	18
5	علماء کرام کا ادب کرنا چاہیے	20
	دین کی عظمت کی قلت	21

	دنیا کے نقصان سے گھبراتے ہیں	21
	اپنے کو دوسروں پر فضیلت نہ دو	22
	اہل اللہ کی دولت باطنی کے اثرات	23
	حیات طیبہ دولت باطنی ہی کا نام ہے	23
	نیک عورتوں کی کرامتیں	24
	مدینہ منورہ کا ادب	24
	صالحین کی چند کرامات	25
	ماں کے شکم سے بچہ کی آواز	27
	شیر پر سواری	27
	بغیر آگ کے کھانا پکتا	27
	شیر کو ڈانٹا	28
	جہنم میں چلے جاؤ	29
	ایک ہی تو مسلمان ہے	30
6	ایثار کا عجیب وغریب واقعہ	31
	بادشاہ رونے لگا	32
	مولانا شاہ فضل الرحمٰنؒ کا درس حدیث	32
	مولانا شاہ فضل الرحمٰن کا فیض اور تاثیر صحبت	33
	حکایت	34
	حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد	35
	بغیر کچھ کئے دھرے اولیاء اللہ کا مرتبہ لینا چاہتے ہیں	35
	گیلی لکڑی	36

	ایک مقبول حق کا واقعہ	37
7	فقر صادق کی علامت	38
	پیر کی کرامت	39
	اختیاری تھا ان کا فاقہ	40
	بچے کے اخلاق بگاڑنے میں آپ مجرم	41
	بچوں کے ذریعہ جھوٹ بلوانا	42
8	شیخ کے حکم کی تعمیل اور اس کی برکت	43
	اصلی اور حقیقی شیخ	44
	حضرت شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف	45
	ایک قیافہ شناس کی حکایت	46
	شریعت وسنت پر عمل ہر ایک کیلئے لازم ہے	47
	مدّعیانِ کاذب کا فساد عظیم	47
	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل	48
	الٰہیات پر قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں	49
	سب سے بڑی نعمت جس کی ناقدری پر مواخذہ ہوگا؟	50
	زیب النساء مخفی کی حکایت	50
9	سب سے اہم کام نماز ہے	52
	جنت الفردوس کے وارث	52
	بزرگوں کی انکساری کے واقعات	53
	عیب گوئی اور عیب جوئی کے مفاصد	55
	اہل اللہ سے پرخاش کا نتیجہ	57

	جس علم کی فضیلت آئی ہے وہ علم کیا ہے؟	59
	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقدمہ	63
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین	63
10	منافقین کا حال اور ان کی مثال	64
	قلب کی چار قسمیں	64
	عالم میں فساد کا اصل سبب	65
	اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عفوودرگزر کے واقعات	66
	اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے بیڑا پار ہوگا	67
	رونے والی آنکھ دوزخ پر حرام ہے	67
	کام کی ضرورت	68
	طریق کار	68
	صحابی کا مقدمہ	69
	عالم کی صحبت کا اثر	69
	جاہل عابد کی حالت	70
	جاہل فقیر کی تفسیر	71
	مرید کا عقیدۂ جہل	71
	ہم لوگوں کے تقوے کی حالت	72
	دنیا کے رنج وکلفت اور عیش ونعمت کی مثال	73
	ایک مہمل سی بات، خواب کی	74
	شیخ عبدالقدوسؒ کی صابر بیوی	76
	شیخ مدین رضی اللہ عنہ کی کرامت	77

	بعض بزرگوں کے حالات	77
11	جو احسان کرے اس سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرے	80
	ایک ادنیٰ پہچان	80
	مشائخ کے سامنے وقار وسکون پیدا نہ کرے	81
	اخلاص کی علامات	81
12	عوام الناس علماء ومشائخ کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں	84
	اپنی حیثیت اور قوت کے بقدر ذمہ داری سنبھالنا چاہئے	84
	پیر کو بھی مرید کی فکر ہونی چاہئے	85
	حکیم الامتؒ کی ایک فاضل مرید پر توجہ	85
	باطنی تعلیم اور نفس کی اصلاح کا کام بہت مشکل ہے	86
	نظام الدین اولیاءؒ کے ہاتھ پر جوگی کا ایمان لانا	87
	ایک شاگرد کی ذہانت اور اخلاص	88
	شیخ حقیقی کا کام	89
	بصیرت تک پہنچنے کا ذریعہ سمع قبول ہے	90
	دونوں حالتوں میں الحمدللہ	90
	حکیم الامت ارشاد فرماتے ہیں کہ	93
13	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سے پہلے خاموش رہنا	93
	زبان کی حفاظت پر جنت کی ضمانت	95
14	فاسق اور گناہ گار کی غیبت کرنا	96
	دوسروں کا تذکرہ ہی نہ کرو	96
	اپنی فکر کرو	97

	غیبت کا ایک عملی علاج	97
	دل شکنی کی پرواہ نہ کرے	97
	وقت پر نماز پڑھنا فرض ہے	98
	دوسروں کی دنیا بنانے والا	99
15	تعلیم و تبیین کی ضرورت	100
	شیخ خادم ہوتا ہے تبرک نہیں	101
	اصل کام دینی ماحول وفضا بنانا ہے	102
	کام کرنے سے پہلے کام کا طریقہ سیکھنا چاہئے	102
	اپنی اصلاح کے بعد دوسروں کی اصلاح	103
	ہر کام میں اخلاص ضروری ہے	103
	ہر طرف سے ناامید ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہونا	105
	اصلاح قلب کی اہمیت	106
	آنسو بہانے کی قدر و قیمت	107
16	حضرت خواجہ غریب نواز کی نصیحتیں	109
	روحانیت کا گرتا معیار	110
	شیوخ کی امیری اور فقیری	111
	رشد و ہدایت کے طالب	111
	عارف وہ جو اپنے آپ کو راہ خدا میں جلادے	112
	اسلامی عبادات کی تعلیم	113
	نماز کی تعلیم	113
	غیر مسلموں کو اسلام سمجھنے کا موقعہ دیں	114

	اچھے عمل کی توفیق اچھی علامت	115
	روزہ کی تعلیم	116
	زکوٰۃ کی تعلیم	117
	حج کی تعلیم	117
	بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تعلیم	118
	مسلم آزاری سے باز رہنے کی تعلیم	119
	جھوٹ سے باز رہنے کی تعلیم	120
	شر کسی و برائی سے روکنے کی تعلیم	121
	خدمت خلق کی تعلیم	122
	صحبت ابرار اختیار کرنے کی تعلیم	124
	دوسروں کی زبان سیکھنے کی عملی تعلیم	125
	ماں باپ کے احترام وعزت کی تعلیم	126
	دنیاپرستی سے باز رہنے کی تعلیم	126
17	کفن چور کی مغفرت	127
	حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ	128
18	اب میری منزل بہت آگے ہے	129
19	یہ بھی تھے اللہ والے	132
	نماز اللہ کیلئے ہے نہ کہ بادشاہ کیلئے	132
	پتھر کو ہیرا بنا دیا	133
	خدمت خلق	134
	بہترین اخلاق کی مثال	134

	اہل حق یوں جاتے ہیں دنیا سے.....	135
20	جسے ہم اسیرِ بلا نہیں کرتے، اسے ہم اولیاء نہیں کرتے	137
	تکلیف کفارۂ گناہ بن جاتا ہے	139
	آزمائش کے طور طریقے	139
	حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا عمل	140
	اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان	141
21	آمدورفت رکھنے والوں کی اصلاح ضروری	143
	ہر بزرگ کیساتھ اللہ تعالیٰ کا جداگانہ معاملہ	143
	واقعہ ایک ولیہ کا	144
	مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی معاملہ	145
	شیخ عبدالقدوس قطبِ عالم گنگوہیؒ کا قصہ	146
	حاکم شہید کا واقعہ	147
	خواب کی حیثیت	148
	اپنے کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے کمتر سمجھے	149
	اپنے شیخ کا ادب ملحوظ رکھے	152
22	نفس کو مارو	154
	نفس کی ایک مثال	155
	بدون اصلاح نفس کامیابی مشکل	155
	ایک عابد جاہل کی حکایت	157
	نفس سے مقابلہ جہاد اکبر ہے	158
	حسن اخلاق اور تقویٰ کا درجہ	158

	طالبین کے اندر انسانیت	159
	ذکر کی توفیق	160
	دو آدمیوں کا حال	160
	وسوسہ کی حقیقت	161
	مرض باطنی کی حقیقت	162
	حاجی صاحبؒ کی صحبت کی برکت	163
	درویش کی شان	164
	حضرت عمرؓ نے امتحان لیا	164
	شریعت کی موافقت	165
	حضرت عمر فاروقؓ کا قول	166
	نفس کی حمایت نہ کرے	167
	جنید بغدادیؒ کی حالت	167
23	حضرت بابا فریدؒ کا زہد و توکل	168
	مشائخ کے لئے تواضع اور استغناء لازم ہے	168
	سیر نظری اور سیر قدمی	169
	سب سے بڑی رکاوٹ کبر و عار ہے	169
	مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کی شرح	171
	اصل تبرک	173

☆☆☆

بحمد للہ تعالیٰ ''افاداتِ حکیم الامتؒ'' کا

ثواب اور انتساب

علمائے حق یعنی علمائے دیو بند کے سرخیل امام ربانی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نام معنون کرتا ہوں جن کو علمائے ربانیین کی ایک بڑی جماعت تیار کرنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ رویاء میں امام ربانی کے خطاب سے سرفراز فرمایا اس حقیر فقیر (محمد ادریس حبان رحیمی) کو تقریباً سات سال خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ میں قیام کرنے اور حضرت گنگوہیؒ کے بابرکت پلنگ پر آرام کرنے اور اسی خانقاہ کی مسجدِ رشید میں بارہ اقطاب کے مصلےٰ پر امامت کی سعادت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین! اور آخرت میں آپ کی اور آپ کی تیار کردہ جماعت کی قربت نصیب فرمائے آمین!

خاکروب

خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ گنگوہ شریف
محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی
دارالعلوم محمدیہ و خانقاہ رحیمی بنگلور
مورخہ ۱۱ر فروری ۲۰۱۴ء
۱۰ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ بروز سہ شنبہ بعد نماز عشاء

حروفِ عثمانی

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

باکمال حضرات کی معیتوں سے دوسرے انسانوں میں بھی کمالات پیدا ہوجاتے ہیں یعنی صحبت کا اثر انسان کی زندگی پر اسی طرح پڑتا ہے جس طرح سورج کی شعائیں زمین پر یا بارش کی بوندیں کھیتوں پر پڑتی ہیں اور سوکھا کھیت پانی سے سیراب ہوجاتا ہے۔

والد بزرگوار حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ کی صحبتوں اور آپ کی نورانی مجالس کا اثر بھی کچھ ایسا ہی حاضرین کے قلوب پر پڑتا ہے کہ وہ یکسر بدل جاتے ہیں اور تعلق مع اللہ قائم کرلیتے ہیں۔ ہمارے حضرت قاری مفیض الدین قدوسی بھی ان مجالس کے فیوض و برکات سے خوب خوب محظوظ ہوئے اور ہورہے ہیں اور اسی کا ثمرہ ہے کہ مجالس میں سنائے جانے والے واقعات کو آپ نے خوب ترتیب دیا، اور حضرتِ والا نے اس مجموعہ کا نام ''افاداتِ حکیم الامتؒ'' جلد اول تجویز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری مفیض الدین صاحب قدوسی کی اس مبارک سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین اور ہم سبھوں کیلئے توشۂ آخرت بنائے آمین ثم آمین یارب العالمین!

خادم آستانہ حبیب الامت حفظہ اللہ

محمد عثمان حبان دلدار قاسمی

ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ وخادم خانقاہ رحیمی بنگلور، کرناٹک

مورخہ ۱۱ر فروری ۲۰۱۴ء ۱۰ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ بروز سہ شنبہ

حروفِ قدوسی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اللہ رب العزت کا کروڑوں کروڑوں کرم و احسان ہے کہ اس نے طویل عرصہ سے دارالعلوم محمدیہ بنگلور میں خدمت کی سعادت عطا فرمائی، اور ایسے مربی و مشفق رہنما اور بزرگ کی صحبت میں گاہ گاہِ حاضری کی توفیق بھی نصیب فرمائی کہ جن کے فیوض و برکات سے امت کا ایک بڑا حصّہ مستفیض ہو رہا ہے، یعنی حضرت حبیب الامت عمت فیوضھم کی سرپرستی میں وقت گذرا، آپ کی مجالس قدیم علماء اور مشائخ کا نمونہ ہوا کرتی ہیں، مجالس رحیمی میں حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کے وعظ، بیانات اور ملفوظات جو پڑھ کر سنائے گئے ان کو بندے نے نہایت احتیاط کے ساتھ جمع کرلیا اور پھر ترتیب دے کر شیخِ طریقت حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ کی خدمت میں پیش کئے تو آپ نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا اور اس کی اشاعت کی اجازت بھی مرحمت فرمادی اور کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر "افاداتِ حکیم الامتؒ" نام بھی تجویز فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا حفظہ اللہ کا سایہ تادیر قائم دائم رکھے اور تادیر آپ کا نورانی وجود منبعِ فیوض و برکات بنا رہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب عوام وخواص کے لئے اصلاح کا ایک بڑا ذریعہ بنے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

خادم آستانہ حبیب الامت حفظہ اللہ

مفیض الدین قدوسی

استاد دارالعلوم محمدیہ بنگلور، کرناٹک

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہؒ فرماتے ہیں کہ: ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک امیر شخص آتا تھا۔ حضرت اس کا بڑا اکرام فرماتے تھے۔ بعد میں ایک مرتبہ فرمایا کہ آپ لوگوں نے مجھے اب مانا ہے مگر یہ شخص تو میرا اس وقت کا ماننے والا ہے جب مجھے کوئی نہیں مانتا تھا۔ تب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ اکرام کی یہ وجہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت لکھنو تشریف لے گئے۔ ایک دن مجلس ختم ہو چکی تھی۔ کسی نے اطلاع کی کہ خان صاحب کانپور سے آئے ہیں فرمایا کہ اب نماز کا وقت آ گیا ہے نماز پڑھوں گا یا خان صاحب سے ملوں گا۔ خان صاحب یہ سن کر فوراً واپس چلے گئے اگلے دن ہم لوگ جیسے ہی مسجد میں نکلے دیکھا کہ خانصاحب کھڑے ہیں اور اندر حضرت کے پاس جا کر پیروں سے چمٹ گئے۔ مجلس کے بعد جب باہر نکلے تو ہم لوگوں سے کہا کہ حضرت کل جو خفا ہوئے تو ایسا ایسا کتنا سن چکے ہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے بس ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے یہاں سے ہم کو نکالیں نہیں اور جو چاہیں کریں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھو انہیں، اور ان کی عقیدت اور ان کے ماننے کو، پس اس سے آدمی پاتا ہے۔

عقیدت کی اہمیت

طریق میں عقیدت بڑی چیز ہے اور اب لوگ عقیدت ہی کو نہیں سمجھتے جو بات آپ کی عقل میں آئے تو آپ کی عقل اس کو ماننے پر مجبور کرے گی لہٰذا اس کا ماننا اعتقاد نہیں ہے۔ اعتقاد یہ ہے کہ کوئی بات عقل کے خلاف ہو اور آپ اسے مان لیں اور یہ سمجھیں کہ اس میں کوئی مصلحت ہوگی جو اس وقت اگر چہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے بعد میں آجائے گی۔ بزرگوں کی خدمت میں عقیدت کی دیکھ بھال اصل چیز ہے۔ چنانچہ اسے کامل کرنا اور ان کو اپنے دل کی نبض دکھانا اور ان کی تجویز کے مطابق علاج کرنا ہی اصل طریق ہے۔

"عقیدے کو کرو کامل دکھاؤ جا کے نبضِ دل"

بعضے سالکین اور مریدین اسی منزل میں آکر فیل ہو جاتے ہیں۔

ایک بزرگ کا امتحان

ایک بزرگ کا نام تھا صادق دو آدمی ان کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے گئے۔ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ ایک کلمہ کے ذریعہ آنے والوں کا امتحان لیتے تھے یعنی ان سے یہ کہتے تھے کہ کہو: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ صَادِقٌ رَسُوْلُ اللّٰه چنانچہ ان دونوں سے بھی کہا ایک نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم شرک کرنے نہیں آئے ہیں اور دوسرے نے کہہ لیا انہوں نے پوچھا تم نے کیسے کہا: کہا یہ تو بہت مشہور سی بات ہے ہر شخص جانتا ہے عالم بھی جاہل بھی کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اس کے باوجود آپ نے مجھ سے جو کہلوایا تو میں نے یہ سمجھا کہ جب ساری دنیا آپ کو بزرگ سمجھتی ہے تو آپ شرع کے خلاف کیسے کر سکتے

ہیں اس لئے میں نے تو اس کا مطلب سمجھا نہیں محض آپ سے عقیدت کی بناء پر کہہ دیا کہ آپ کے نزدیک اس کے کوئی معنی ہوں گے بس وہی میری بھی مراد ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری اس عقیدت سے بہت خوش ہوا بھائی۔ سنو میں اپنے کو رسول تھوڑے ہی کہتا ہوں بلکہ اس جملہ میں صادق خبر مقدم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صادق ومصدق ہیں۔ دیکھا آپ نے بزرگوں نے ایسا ایسا امتحان لیا ہے اور لوگوں نے انہیں مانا ہے۔ اب یہ زمانہ بداعتقادی کا ہے۔ پیر کی کوئی معمولی سی بات بھی اگر ان کی سمجھ میں نہ آئے تو اس پر اعتراض کرنے کے لئے تیار ہیں۔

دہلی کے ایک بزرگ کا قصہ

دہلی میں ایک بزرگ رہتے تھے وہ یہی رٹ لگائے رہتے تھے کہ میں تیرا بندہ نہیں تو میرا خدا نہیں میں تیرا کہنا کیوں مانوں۔ لوگ ان کے پاس سے گذرتے اور جب اس کلمہ کو سنتے تو لاحول پڑھ کر آگے بڑھ جاتے۔ ایک دن ایک شخص نے ہمت کر کے ان سے پوچھا کہ حضرت آخر اس کا مطلب کیا ہے! یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے کہا خدا تیرا بھلا کرے پوری دہلی میں تو ہی صرف ایسا نکلا جس نے مجھ سے اس کا مطلب تو پوچھا ورنہ لوگ تو مجھ پر لاحول پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور کہا کہ بھائی میرا نفس مجھ سے کسی چیز کی خواہش کر رہا ہے تو میں اسے مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تو کوئی میرا خدا نہیں اور میں تیرا بندہ نہیں پھر میں تیرا کہنا کیوں مانو؟۔

اب بتاؤ کیا برا کہتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے کلام کو سن کر فوراً اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بزرگوں کی خدمت میں بیٹھنے والوں کے لئے ان کا ادب نہایت ضروری ہے۔ رسالہ قشیریہ میں ہے کہ جو شخص کسی شیخ کی صحبت میں رہا اور دل سے ان پر اعتراض کر دیا تو اس نے صحبت کا

عہد توڑ دیا یعنی شیخ سے اس کا قلبی رشتہ ختم ہو گیا۔ جسمانی اور بدنی قرب کے باوجود اس کے فیض سے محروم رہے گا۔

ولایت اسبابِ ولایت اختیار کرنے سے ملتی ہے

اسی طرح یہ بھی سمجھو کہ بزرگی جو کسی کو ملتی ہے تو اسباب بزرگی اختیار کرنے کی وجہ سے ملتی ہے باقی محض ڈینگ مارنے کی وجہ سے آج تک کوئی بزرگ نہیں ہوا ہے اور اس زمانہ میں اب یہی دیکھ رہا ہوں کہ بزرگوں کی ریس اور نقل اور دعویٰ ہی رہ گیا ہے۔ باقی اسباب بزرگی کو اختیار کرنا لوگوں کیلئے موت ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے:

تکیہ برجائے بزرگاں نتواں زو بگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

یعنی بزرگوں کی جگہ بیٹھنا محض ڈینگ کے ذریعہ نہیں ہو جائے گا یعنی نرے دعوے سے کوئی بزرگ نہ ہو جائے گا بلکہ (اگر بزرگوں کی جگہ لینا ہے تو) بزرگی کے اسباب اختیار کرو اور بزرگی حاصل کرنے کیلئے کیا کیا جاتا ہے اس کے متعلق سنئے۔

خون دل پینے کو اور لخت جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو

مجنوں کو عشق لیلیٰ سے بھی عشق تھا

اس راہ کے طالب کو بھی مجنوں ہونا پڑتا ہے۔ اور مجنوں کا یہ واقعہ تو مشہور ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے جب گیا تو اس کے والد نے کہا کہ غلاف کعبہ پکڑ کر دعا کر کہ اللہ میرے دل سے لیلیٰ کی محبت نکال دے تو وہ کہتا کیا ہے کہ یا اللہ میں اپنے ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں بجز لیلیٰ کی محبت کے کہ اس سے توبہ نہیں کرتا۔ اسی مجنوں کو

کسی نے خواب میں دیکھا کہ پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔اور یہ فرمایا: اَجْعَلُکَ حُجَّۃً عَلَی الْعَاشِقِیْنَ ۔یعنی میں تجھے اپنے عشاق پر حجت بناؤں گا یعنی تیرے عشق سے انہیں محجوج کروں گا کہ ایک مخلوق نے ایک مخلوق کے ساتھ عشق کا دم بھرا اس کا ایسا ثبوت دیا۔تم نے بھی دنیا میں ہماری محبت کا دم بھرا تھا تو اس کا کیا ثبوت دیا اور اس کا کیا حق ادا کیا۔ اسی کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عشق مولانا کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہرا و اولیٰ بود

یعنی مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہے اس کے لئے تو گیند بن جانا اولیٰ تر ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اولیاء کی حقیقی محبت و معرفت عطا فرما کر دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائیں۔آمین!)

موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے سبب پوچھا ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ساحران فرعون اس وقت تمہارا سا لباس پہن کر آئے تھے ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ تمہارے ہم لباس دوزخ میں جائیں اس لئے ہم نے ان کو ایمان کی توفیق دیدی اور فرعون محروم رہا پس خلاصہ یہ نکلا کہ ظاہر کی درستی بھی اچھی چیز ہے مگر محض اس کی درستی پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کے ساتھ باطن کو بھی درست و آراستہ بنانے کی فکر ہونا چاہئے۔

☆☆☆

علماءِ کرام کا ادب کرنا چاہیے

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ: انہوں نے نماز میں کوئی کپڑا اچھالیا تھا ایک شخص نے دیکھ کر کہا کہ اے شیخ ایسا نہ کیجئے یہ مکروہ ہے۔ امام صاحب نے پوچھا تمہارا مکان کہاں ہے اس نے کہا خوارزم امام صاحب نے فرمایا اللہ اکبر اب تکبیر کی آواز پیچھے سے آنے لگی یعنی صف اخیر سے۔

امام صاحب کا مطلب یہ تھا کہ یہ معاملہ برعکس کیسا۔ خوارزم تو علم یہاں سے جاتا ہے نہ کہ خوارزم سے یہاں علم آوے۔ اس کے بعد اس کو مسئلہ سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ کیا تمہاری مسجد میں بوریا بچھا ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا کہ پھر یہ خوب بات ہے کہ گھاس پھونس پر تو نماز ہو جائے اور کپڑے پر جائز نہ ہو امام صاحب نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ علماء کا ادب کرنا چاہیئے۔

چنانچہ علماء اور مشائخ کا جو ادب کیا جاتا ہے وہ دین ہی کی وجہ سے کیا جاتا ہے اس لئے وہ عین دین ہے۔ جتنا کوئی کسی کا ادب کرے گا اتنا ہی اس کو فائدہ ہوگا اور ادب تابع ہے اعتقاد کے۔ جس قدر کسی کا اعتقاد ہوگا انسان اتنا ہی اس کا ادب کرے گا۔

دین کی عظمت کی قلت

آج علما اور مشائخ کا ادب جو قلب میں باقی نہیں ہے تو اسی لئے کہ خود دین ہی کی عظمت دل میں نہیں ہے اس لئے اہل دین کی بھی نہیں ہے اور بزرگوں کا ادب جو نہیں رہا تو اس لئے کہ ان کی معرفت نہیں ہوتی اور لوگ جس کو کچھ سمجھ لیتے ہیں اس سے بہت ڈرتے ہیں۔ایک دفعہ وطن میں لوگوں نے آخر مجھ سے ایک شخص کی شکایت کی یہ نوجوان نیک لوگوں کی ہجو بہت کیا کرتا ہے۔ یہ لوگ میرے پاس آمد ورفت رکھتے تھے۔میں نے ان شکایت کرنے والوں سے تو کہا کہ صبر کرو۔ بہت دنوں تک صبر ہی کی تلقین کرتا رہا بالآخر میں نے اسکے پاس کہلا بھیجا کہ مجھے تمہاری یہ بات پہنچ گئی ہے اچھی بات ہے ہمارا تمہارا یہاں سے لے کر آخرت تک کا مقابلہ ہے لوگوں نے جا کر اس سے کہہ دیا اور مجھے بتایا کہ سر سے پاؤں تک ہل گیا ڈر گیا اور ایک شخص کے پاس گیا جو میرے آدمی تھے اور کہا کہ لوگوں نے میری شکایت کر دی ہے اور انہوں نے ایسا ایسا کہلایا ہے لہٰذا چلو میری معافی کرا دو اور نا اتفاقی کو دور کر لیا جائے پھر یہ کہا کہ معافی کیلئے پیدل جانا چاہئے چنانچہ آیا مجھے معلوم ہوا تو میں نے کچھ کہا نہیں لوگوں سے کہتا تھا کہ دو دن چار دن دس دن بیس دن جب تک معاف نہ کریں گے جاؤں گا نہیں۔اس سے میں نے سمجھا کہ خلوص سے آیا ہے اور پھر میرے پاس اوپر ملنے آیا اور کہا کہ میں ہی تنہا نہیں ہوں بہت سے لوگ ہجو کرتے ہیں۔میں نے نرمی سے کہا کہ ٹھیک کہتے ہو۔میں جانتا ہوں کہ ایسے لوگ اس زمانہ میں بہت ہیں۔

دنیا کے نقصان سے گھبراتے ہیں

یہ میں آپ کو ابنائے زمانہ کے حالات اور اصلاح کا طریقہ بتلا رہا ہوں اور یہ سمجھا رہا ہوں کہ اس زمانہ میں لوگوں کی اصلاح کرنا آسان کام نہیں ہے۔اگر اس کا

ارادہ کروگے اوراس میں قدم رکھوگے تو مشکل میں پڑ جاؤگے۔ بڑی بڑی مخالفتیں آئی گئی چنانچہ وہ لڑکا شرمندہ ہوااور نیک بن گیا۔اس کے والد کو معلوم ہوا تو ان کو بھی خوشی ہوئی اور جب یاد آتا تو اپنے لڑکے سے کہتے کہ اتنے دن ہوگئے مولانا صاحب کے یہاں نا گئی لا۔یعنی اتنے دن ہوگئے اور مولانا صاحب کے یہاں نہیں گئے اور پھراس کے بعداس کے والد صاحب میرے پاس آئے اور مصافحہ کیا تو دیر تک ہاتھ پکڑے رہے میں نے سمجھ لیا کہ یہ مصافحہ مودعت کا نہیں بلکہ مصافحہ محبت اور ندامت کا ہے۔یعنی اب انہیں پچھلی باتوں کا احساس ہوا پھر تو اس کے بعد اپنے لڑکے کے ایسے معتقد ہوئے کہ جب کارخانہ وغیرہ کا افتتاح کرنا ہوتا تو کہتے کہ ہم کسی دوسرے کو کیوں بلائیں خود ہمارالڑکا ہی ولی ہے اسی سے کیوں نہ کرائیں۔

یہ واقعہ میں نے اس پر سنایا کہ دین سے لوگوں کو نفرت نہیں ہے۔دین کیا نقصان پہنچاتا ہے۔اس سے تو فائدہ ہی پہنچتا ہے۔دنیا ہی نہیں چھوڑنا چاہتے۔

اپنے کو دوسروں پر فضیلت نہ دو

فرمایا کہ: لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ اِبْنِ مُتّٰی اَوْ کَمَا قَالَ: یعنی مجھ کو یونس ابن متی علیہ السلام پر فضیلت مت دو۔اس حدیث میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تفضیل کو نبی پر منع فرمایا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معنی کر بھی یہ ممانعت فرمائی۔امتی کو تو چاہے وہ خاصی ہو یا عامی اپنی تفضیل دوسروں پر بدرجۂ اولیٰ منع ہوگی کیونکہ آپ کی فضیلت تو نص قطعی سے ثابت ہے اس کے باوجود جب آپ نے صحابہ کرامؓ کو منع فرمایا تو مشائخ اور اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور پسرو ہیں اور ولایت نبوت کی فرع ہے لہٰذا ان کو چاہئے کہ اپنی تفضیل دوسروں پر ہرگز نہ کریں کہ یہی اتباعِ سنت ہے اور کسی کو کیا معلوم کہ کس شخص کا اللہ کے یہاں کیا مرتبہ ہے؟

فرمایا کہ دو آدمی تھے۔ ان میں ایک صاحب قادریہ سلسلہ کے تھے وہ سلسلۂ قادریہ کو ترجیح دیتے تھے۔ بالآخر حضرت حاجی صاحب کے یہاں گئے اور ان سے ان کی رائے دریافت فرمائی اور خود اپنی تائید میں حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد: قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیٍّ. (یعنی میرا قدم سب اولیاءؒ کی گردن پر ہے) پیش کیا تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اس سے تو ان کی افضلیت نہیں ثابت ہوتی کیونکہ صوفیاء کا متفقہ کلیہ ہے کہ نزول عروج سے افضل ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ اس وقت عروج میں رہے ہوں اور دوسرے حضرات نزول میں۔

اہل اللہ کی دولتِ باطنی کے اثرات

حکیم اجمیری صاحب نے قبل مجلس عرض کیا کہ حضرت کی خدمت میں حاضری کا سب سے بڑا نفع جو مجھے ہوتا ہے وہ یہ کہ جب تک یہاں رہتا ہوں اپنے قلب میں الحمد للہ ایک سکون اور اطمیان پاتا ہوں اور اگر دوسری ذمہ داریاں اپنے سر نہ ہوتیں تو بس دل تو یہی چاہتا ہے کہ یہیں پڑا رہوں اور ہمارے بھائی محمد احمد صاحب کی تو پیشین گوئی ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تو الٰہ آباد مستقل جا پڑے گا۔

حیات طیبہ دولت باطنی ہی کا نام ہے

فرمایا: میں کہتا ہوں کہ حیوتِ طیبہ وہی باطنی دولت ہے جو ظاہری سلطنت سے بھی بڑھ کر ہے جس کے متعلق آپ نے سنا کہ اگر سلاطین کو خبر ہوجائے تو اسکے حاملین پر فوج کشی کریں۔ بزرگوں کے بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی برکت سے اس دنیا میں بھی ان کو بڑے بڑے کمالات سے نوازا ہے۔

نیک عورتوں کی کرامتیں

ایک عورت سے کہا گیا کہ تیرا لڑکا تالاب میں ڈوب گیا ہے۔ یہ سن کر وہ تالاب کے کنارے گئی اور لڑکے کا نام لے کر اس کو پکارا کہ فلانے۔ لڑکے نے اندر سے جواب دیا جی اماں۔ کہا آجاؤ بس فوراً وہ باہر نکل آیا۔ اس کا نام خرق عادت ہے۔ اولیاء اللہ کو یہ چیز بھی حاصل ہوتی ہے لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جو بات ہونے والی ہوتی ہے تو پہلے سے مجھے اس کی اطلاع فرمادیتے ہیں مگر اس کی مجھے کوئی اطلاع نہیں فرمائی گئی تو اس سے میں نے سمجھا کہ میرا لڑکا زندہ ہے کیونکہ وہ اپنے معاملہ کے خلاف نہیں کیا کرتے ہمیں سے کچھ خلاف واقع ہوجائے تو ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی اسی ایک کرامت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسی صورت پیدا فرمادی تاکہ لوگ اس سے سوال کریں اور اس کی یہ کرامت ظاہر ہو۔ دیکھا آپ نے کبھی ایسی ایسی باکرامت مسلمان عورتیں ہوا کرتی تھیں۔

مدینہ منورہ کا ادب

ایک بزرگ مدینہ شریف جارہے تھے۔ راستے میں کسی بدو کے لڑکے کو ایک طمانچہ ماردیا اس کے بعد سے انہیں رسول اللہ ﷺ کی جو روزانہ زیارت ہوا کرتی تھی وہ بند ہوگئی۔ ایسے لوگ اصحاب حضوری کہلاتے ہیں۔ ایک مقام حاصل تھا سلب ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ مدینہ شریف کا سفر کررہے تھے۔ دیار حبیب میں رہنے بسنے والوں کا بھی ادب ہوتا ہے۔ بالفرض اگر اس لڑکے سے کچھ قصور ہی ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے صبر کرلیتے لیکن انہوں نے اس کو ماردیا۔ یہ

حرکت ناپسند ہوئی دولت سلب ہوگئی پھر ہر چند اس لڑکے سے معافی مانگی اسے روپئے پیسے دیئے اس کے والدین کو خوش کیا مگر زیارت نہ کھلی۔ مدینہ شریف کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مدد اور سفارش چاہی مگر سب نے یہی جواب دیا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں اور کہا کہ وہ عورت جو بیٹھی دکھائی دے رہی ہے وہ اس کام کو کرسکتی ہے۔ اس کے پاس گئے اور صورت حال بیان کی اس نے روضہ اقدس کی جانب انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ''شُفۡ'' یعنی دیکھو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ ''سبحان اللہ'' بیداری میں زیارت ہوگئی یا تو خواب میں ہوا کرتی تھی یا اس عورت کی کرامت سے ان ظاہری آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا۔ اب آپ لوگ کیسا خوش ہورہے ہیں۔ یہ سب باتیں سننے میں بڑی اچھی معلوم ہوتی ہیں حاصل کرو تو جانیں۔ یہ واعظ لوگ آپ لوگوں کو عملی باتیں نہیں بتاتے ورنہ آپ کے سامنے اگر عمل پر ابھارنے والے واقعات اور مضامین یہ لوگ بیان کریں تو آپ کی قوت عملیہ کو بھی حرکت ہو اور بزرگوں کے حالات پر بھی عبور ہو۔ مگر بیان کرنے کے لئے پہلے خود عامل ہونا پڑے گا اور عامل ہونے سے پہلے علم حاصل ہونا ضروری ہے اور یہ مشکل مسئلہ ہے۔ یہ واقعہ بھی ایک عورت ہی کا ہے۔ یہ اس پر سنا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے صالحین بندوں کو اس دنیا میں بھی نوازتے ہیں اور اس میں مرد کی بھی تخصیص نہیں ہے۔ جس طرح سے مردوں نے مراتب پائے عورتوں نے بھی پائے ہیں۔

صالحین کی چند کرامات

ایک بزرگ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک دوسرا شخص ان کے پاس سے گذرا اندھیرا تھا اس کو ٹھوکر لگ گئی انہوں نے کہا اندھے ہوگیا؟ یہ کہتے ہی وہ شخص

اندھا ہو گیا۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بزرگوں پر کوئی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ اس وقت جو ان کی زبان سے نکلتا ہے وہی ہو جاتا ہے اور یہ صحیح ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ (فرض کی ادائیگی کے بعد) میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے اور جب میرا مقرب اور محبوب ہو جاتا ہے تو پھر میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے۔ اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے کلام کرتا ہے بس یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر یہ حال ہو جاتا ہے کہ جو اس کی زبان سے نکل جاتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ یہ بزرگ بھی اسی مرتبہ میں تھے جب اس کو کہا کہ اندھے ہو گیا؟ تو بس وہ اندھا ہی ہو گیا۔ اس شخص نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ شیخ نے ان بزرگ کو بلایا جن کے کہنے سے یہ اندھا ہوا تھا اور ان سے کہا کہ اس کے کہیں آنے جانے پیشاب پاخانہ کے لئے لے جانے نیز کھانے وغیرہ کا انتظام اب تمہارے ذمے ہے تمہیں اب ان کو پیشاب پاخانہ لے جایا کرو اور ان کی سب خدمت کرو۔ بیچاروں کی کرامت ان کے حق میں ایک مستقل زحمت ثابت ہوئی۔ چھ مہینہ اسی حال پر گذرے جب ان کی پوری دلیل ہو گئی تو ایک دن شیخ نے اس نابینا سے کہا کہ اب کسی دن رات میں جب یہ صاحب پھر اسی طرح مراقب بیٹھے ہوں اور اسی حال میں ہوں تو تم ادھر سے گذرو اور قصداً ان کو ٹھوکر لگا دو۔ اس نے ایسی ہی کیا ایک دفعہ وہی کیفیت طاری تھی مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے وہ شخص ادھر سے گذرا اور جان بوجھ کر ٹھوکر ماردی انہوں نے اسی حالت میں کہا کہ دیکھ کر چلو دیکھ کر۔ بس اس کے آنکھ ہو گئی۔ چونکہ پہلی بار کے جھیلے ہوئے تھے اس لئے سنبھل کر لفظ بولے۔ شیخ کی اس تجویز سے ان کی بھی اصلاح ہو گئی اور لوگ بھی ڈر گئے اور سمجھ لیا کہ یہ ایسا آدمی ہے اس کے ساتھ سنبھل کر

معاملہ کرنا چاہیے۔ان چیزوں کو ماننا ہوگا جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات ہوتے ہیں اسی طرح اولیاء کے لئے کرامات ہوتی ہیں۔

ماں کے شکم سے بچہ کی آواز

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب شکم مادر میں تھے تو کوئی سائل دروازہ پر آیا اور خدا کے نام پر کچھ سوال کیا۔گھر کے لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ اسے آدھی روٹی دے دو آپ پیٹ کے اندر سے بولے کہ اللہ کے نام پر اور آدھی روٹی،بس سب لوگ ڈر گئے اور کہا کہ کوئی کام خلاف نہیں کرنا چاہیے۔تو یہ اندر ہی سے ٹوک دیں گے۔

شیر پر سواری

میں گورکھپور میں تھا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہاں جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ایک بزرگ یہاں تھے جب ان کو کہیں جانا ہوتا تو اس کے پاس آتے اس کے کان پکڑتے وہ کھڑا ہو جاتا پس اس پر سوار ہو کر جہاں جانا ہوتا جاتے۔پھر واپس ہو کر اسی جگہ اسے چھوڑ دیتے۔وہ وہیں رہتا تھا نہ کسی کو ایذا پہنچاتا تھا نہ کہیں جاتا تھا۔ سبحان اللہ کیسا عجیب واقعہ ہے۔

بغیر آگ کے کھانا پکتا

شاہی خاندان کے ایک صاحب کو وثیقہ ملتا تھا مہینہ پر جا کر لے آتے ایک طرف تو ان کا یہ معاملہ تھا مگر گھر پر یہ کرتے کہ ایک ہانڈی میں دال چاول اور پانی ڈال کر چولھے پر چڑھا دیتے آگ واگ کچھ نہ ہوتی بس ہانڈی کے منہ کے پاس بیٹھ کر کہتے ”پک پک“ دو تین بار اسی طرح کہتے اور کھانا پک کر تیار ہو جاتا۔

ایک بزرگ شیر پر سوار ہو کر ایک صاحب کے پاس آئے وہ کسی دیوار پر بیٹھے تھے انہوں نے اس کو حکم دیا کہ تو بھی چل۔ دیوار چلنے لگی تب ان آنے والے بزرگ نے سمجھا کہ یہ تو مرتبہ میں مجھ سے بھی بڑے ہیں۔

حکیم صاحب نے جو اطمینان کے متعلق کہا ہے اسی سلسلہ میں کہتا ہوں کہ انبیاء اور اولیاء کے تو اطمینان کا کہنا ہی کیا۔ ان حضرات کو تو حق تعالیٰ کی رضا اور حق تعالیٰ پر توکل اور اطمینان کا اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے آپ کے شیخ الشیوخ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ؎

پر نعم فیض توکل سے ہے بس خواں اپنا
پکتا ہے سنگ قناعت پر سدا نان اپنا

بھوک اپنی ہے خورش، پیاس ہے اپنا شربت
پوشش اپنی ہے لباس تن عریاں اپنا

پائے مالی ہے ہمیں تاج سریر شاہی
فوج غم بے سروسامانی ہے ساماں اپنا

تلخیٔ صبر سے حاصل ہے حلاوت دل کو
شکرّ شکر سے شیریں ہے لب جاں اپنا

آسکے غیر میرے خانۂ دل میں کیسے
کہ خیال رخ دلدار ہے درباں اپنا

شیر کو ڈانٹا

ایک صاحب کسی بزگ کے یہاں گئے ندی کے کنارے استنجاء کیلئے گئے وہاں ایک شیر رہتا تھا اس نے دوڑایا ان بزرگ کو جب یہ معلوم ہوا تو خود وہاں پہنچ

گئے اور شیر کو ڈانٹ کر کہا کہ میں نے تجھے نہیں منع کیا ہے کہ میرے مہمانوں سے تعرض مت کیا کر شیر دم ہلانے لگا پھر ان صاحب کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی ہم نے دل کو صاف کیا ہے تو شیر ہم سے ڈرتا ہے اور آپ نے صرف زبان صاف کی ہے اس لئے آپ شیر سے ڈرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب کو ان بزرگ کی زبان صاف نہ ہونے پر دل ہی دل میں کچھ اعتراض رہا ہوگا اسی کا جواب دیا۔ ؎

پیش اہل دل نگہہ دارید دل
تانہ باشید از گمانبد خجل

"اللہ والوں کے پاس اپنے دل کی حفاظت کرو تاکہ کسی بدگمانی کی وجہ سے شرمندگی نہ ہو۔" فرمایا: "وَيَوْمٌ عِنْدَ رَبِّكَ كَالْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ". "یعنی ایک دن تمہارے رب کے نزدیک ہزار سال کے برابر ہوگا ان دنوں میں سے جس کو تم شمار کرتے ہو"۔ تم نے کبھی اس آیت میں غور تو نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں کیا تھا۔ فرمایا تم کو اس واقعہ کے ذریعہ اس کا جواب دیا گیا۔ میں کہتا ہوں کہ ان سب باتوں کو بھی ماننا ہوگا۔ ایمان وتصدیق ہی سے کام چلے گا۔ جو لوگ دنیا میں عقلاء کہلاتے ہیں ان کی عقل رکھی رہ جائے گی اور ایمان والا جنت میں چلا جائے گا۔ کس کام کی ہے یہ عقل جو انسان کو دوزخ سے بھی نہ بچا سکے۔ بڑے بڑے مدعیان عقل کو وہاں دوزخ میں دیکھئے گا۔

جہنم میں چلے جاؤ

ایک انگریز اپنے ایک خانساماں پر بہت خفا ہوا۔ اور اس کو بہت ڈانٹا اور کہا کہ چلا جا یہاں سے۔ اس نے کہا حضور کہا جاؤں گا؟ انگریز نے غصہ سے کہا جہنم میں جاؤ۔ چنانچہ وہ خانساماں چلا گیا۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر گھومتا رہا اس کے بعد آیا۔

انگریز کی نظر جونہی اس پر پڑی اس نے پھر بڑی زور سے ڈانٹا اور کہا کہ تو گیا نہیں۔ خانساماں نے کہا کہ حضور گیا تھا۔ آپ نے جہنم میں جانے کو کہا تھا مگر وہاں جگہ نہیں تھی۔ سب صاحب لوگ بھرے تھے اس لئے واپس چلا آیا۔ اس پر انگریز کو ہنسی آ گئی اور اس کا قصور معاف کر دیا اور اس سے خوش ہو گیا۔

ایک ہی تو مسلمان ہے

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک میاں جی رہتے تھے، بچوں کو قرآن پڑھاتے تھے کبھی کسی طالب علم کو قمچی مار دیتے تو دوسرے وقت قمچی اس کے ہاتھ میں دے کر کہتے کہ لو بھائی مجھے بھی مار لو یہاں دنیا ہی میں بدلہ لے لو قیامت کے لئے نہ اٹھا رکھنا۔ مراد آباد کے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے انہوں نے خواہش کی کہ ان میاں صاحب کو اپنے یہاں لے جائیں حضرت نے فرمایا کہ ایک ہی تو یہاں مسلمان ہے تم لوگ اسے بھی لے جانا چاہتے ہو۔ دیکھئے کیسے کیسے عالم فاضل لوگ موجود تھے اور حضرت نے فرمایا کہ ایک ہی تو مسلمان ہے اس کا سبب انکا یہی خوف آخرت تھا اسی کی وجہ سے آدمی میں تقویٰ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق پیدا ہوتا ہے جس کی بناء پر وہ خالق اور مخلوق دونوں کے حقوق پہچانتا ہے اور ادا کرتا ہے۔

☆☆☆

ایثار کا عجیب وغریب واقعہ

کچھ لوگوں نے بادشاہ کے سامنے ایک جماعت کی شکایت کی۔ بادشاہ نے قتل کا حکم دے کر انہیں جلاد کے پاس بھجوادیا ان لوگوں میں سے ہر ایک نے پیش قدمی کی کہ جلاد پہلے اسے قتل کرے جلاد کو ان کے اس فعل پر تعجب ہوا۔ اس نے پوچھا کہ عام دستور تو یہ ہے کہ لوگ جان بچاتے ہیں۔ آپ لوگوں نے جو پیش قدمی کی اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم صوفی لوگ ہیں۔ ہمارا مذہب ایثار ہے یعنی خیر میں اور نیک کام میں ہم اپنے بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اس لئے ہم نے یہ چاہا کہ ہمارا بھائی ہم سے زیادہ دیر جی لے جلاد کو ان کا یہ جواب سن کر بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے ان سب کو قاضی کے پاس یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ لوگ نیک معلوم ہوتے ہیں ان کے فیصلہ پر نظر ثانی کر لی جائے۔ قاضی نے ان سے گفتگو کی تو ان لوگوں نے اس کے سامنے بھی ایسی تقریر کی کہ قاضی رونے لگا اور بادشاہ کے پاس کہلایا کہ یہ لوگ نہایت ہی پاک باطن ہیں کس نے آپ سے ان کی شکایت کر دی ہے؟ اگر یہی لوگ مسلمان نہیں ہیں تو پھر اس وقت روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں اور یہ بھی کہا کہ وہ تو خیریت ہوگئی ورنہ آج کیسے کیسے لوگ قتل ہو جاتے۔

بادشاہ رونے لگا

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہ کے پاس لوگ پکڑ کر لے گئے۔ بادشاہ نے جب ان کا کلام سنا تو بہت رویا اور کہا کہ کس نے آپ کو قید کیا؟ لوگوں سے کہا کہ ان کو جہاں سے لائے ہو عزت واحترام سے وہیں پہنچا آؤ اور یہ بھی کہا کہ جس مجلس میں اولیاء اللہ کا ذکر ہو اور اس میں حضرت ذوالنون کا ذکر نہ کیا جائے تو گویا اس میں بزرگوں کا ذکر ہوا ہی نہیں۔

خواجہ صاحبؒ اسی اطمینان کے متعلق فرماتے ہیں۔

دشمنی خلق میری رہنما ہونے کو ہے
اب میرا دست طلب دست دعا ہونے کو ہے

تو نے چاہا تھا برا میرا بھلا ہونے کو ہے
آب خنجر حلق میں آب بقا ہونے کو ہے

اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کے ساتھ دشمنی ان کے لئے رہنمائی بن جاتی ہے اس لئے کہ جب مخلوق ان کے ساتھ دشمنی کرتی ہے تو وہ ان کے تعلق کو منقطع کر کے ہمہ تن خالق کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں جو ان کا کام بنا دیتی ہے۔ چنانچہ خواجہ صاحب ہی فرماتے ہیں۔

بے کسی ہی سے حصول مدعا ہونے کو ہے
کوئی مت پوچھے مجھے میرا خدا ہونے کو ہے

مولانا شاہ فضل الرحمٰنؒ کا درس حدیث

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے درمیان میں ہندی کا ایک شعر پڑھا اور بڑی زور سے

ایسی چیخ ماری کہ سب لوگ بیہوش ہوگئے، جب ہوش آیا تو فرمایا ہم حدیث ایسے ہی پڑھاتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ حدیث پڑھنے والے کو حدیث والے تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور حضرات تو الفاظ حدیث کو صرف کان تک ہی پہنچاتے ہیں اور حضرت دل تک پہنچا دیتے تھے۔

مولانا شاہ فضل الرحمٰن کا فیض اور تاثیر صحبت

جب مولانا شاہ صاحبؒ کا ذکر آ گیا تو سنئے ایک شخص نے کسی آریہ کی کتاب دیکھی جس میں اس نے اسلام پر اعتراضات کئے تھے، اسلام سے بدعقیدہ ہو گیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا روزہ رکھے ہوئے تھے خیال کیا کہ جب اسلام ہی ٹھیک نہیں ہے معاذ اللہ تو پھر اسکے احکام پر عمل کیسا یہ کہہ کر روزہ بھی توڑ دیا۔ شام کو اپنے ایک دوست کے گھر اس سے ملنے گیا۔ وہ افطاری سامنے رکھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا آؤ بھائی خوب آئے آؤ آج ہمارے ساتھ افطار کرو۔ اس نے جواب دیا اگر میرا حال تم کو معلوم ہو جائے تو تم مجھ سے بات بھی کرنا گوارا نہ کرو۔ وہ آدمی سمجھدار تھا، سمجھ گیا کہ کسی بدعقیدگی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس نے کہا بیش از بیش یہی نا کہ تم کافر ہو گئے ہو گے تو بھائی ایمان اور کفر کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے۔ ہماری تمہاری تو دوستی ہے۔ آؤ افطار میں شامل ہو جاؤ اور دوسرا کام یہ کرو کہ کل صبح ہی حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ کی خدمت میں گنج مراد آباد جاؤ۔ چنانچہ وہ اگلے دن گیا۔ حضرت کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی بس اپنی جگہ سے کود کر اس پر جھپٹے اور اس کے سینہ پر بڑے زور زور سے ہاتھ مار مار کر فرمانے لگے کہ بتلا تجھے اسلام میں کیا شبہ ہے؟ اسکو کچھ کہنے اور سوال کرنے کا موقع ہی نہیں دیا بلکہ از خود اس سے پوچھنے لگے۔ اب جو وہ اپنے اندر غور کرتا ہے تو شبہ کے ساتھ ساتھ اس کا جواب بھی

موجود ہے۔ چنانچہ اسلام کی جانب سے اس کا سینہ بالکل صاف ہوگیا اور اسکی حقانیت پر شرح صدر ہوگیا۔ پھر حضرت ہی کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی اور نہایت پاک وصاف سینہ والا ہوگیا اور پھر اسکے بعد سے تاحیات اسکے قلب میں اسلام کے کسی مسئلہ کے بارے میں ذرا بھی وسوسہ نہیں پیدا ہوا۔ سبحان اللہ کیا سینہ تھا اور کیا نور تھا۔ یہ ہے بزرگوں کا فیض اور ان کی تاثیر صحبت جس سے یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے تعلق اور ان سے نسبت صحیحہ پیدا کرنے کی بدولت نوازے جاتے ہیں۔

حکایت

حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک خان صاحب رہتے تھے۔ حضرت مولانا انہیں بہت مانتے تھے۔ جب کچھ ہدیہ وغیرہ آتا تو اس میں سے خان صاحب کا بھی حصہ لگاتے اور اگر وہ موجود نہ ہوتے تو اٹھا کر رکھ دیتے یہاں تک کہ جمعہ کے دن غسل بھی ساتھ ہی کرتے۔ وہ خان صاحب مولانا کی پیٹھ ملتے اور مولانا ان کی پیٹھ ملتے۔ ایک دن حضرت نے خانصاحب سے فرمایا بھائی خان صاحب ہماری تمہاری دوستی ہے یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہماری وضع اور ہے تمہاری وضع اور ہے اس لئے لو یہ میری بھی داڑھی چڑھا دو اور اپنا ایک جوڑا کپڑا لاؤ ہم بھی اسی کو پہن کر نماز پڑھنے چلیں گے۔ خانصاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیسی باتیں فرما رہے ہیں یہ لیجئے داڑھی کھولتا ہوں اور آج سے انشاء اللہ نہیں چڑھاؤں گا اور آپ ایک جوڑا کپڑا اپنا مجھے دیجئے میں اسے پہن کر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے چلوں گا۔ بس اس کے بعد سے خانصاحب ٹھیک ہی تو ہوگئے۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت اندر اندر کام کر رہے ہیں اور زبان سے اس لئے نہ کہتے تھے کہ وقت کا انتظار کرتے تھے۔ یہ سب واقعات بزرگوں کے سچے ہیں ان کو مانو۔ دل سے ان کی تصدیق کرو تب کامیاب ہوگے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد

حضرت عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ القوی الجمیل میں جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہی کی تصنیف ہے یہ شعر لکھتے ہیں۔

بریدہ زاصل کا رو پیوستہ بفرع
کم معتقد خدا و بسیار بہ شرع

یعنی جو اصل ہے اس سے تو قطع تعلق ہو گئے ہیں اور شرع جو فرع ہے اس اصل کی اس سے پیوستہ ہیں۔ دوسرا مصرعہ اس کی شرح ہے کم معتقد خدا و بسیار بہ شرع یعنی خدا کے معتقد کم ہیں اور شرع کے بہت۔ دیکھئے شاہ صاحبؒ کیا فرما رہے ہیں حالانکہ شرع تو فرع ہے خدا کی مگر فرما رہے ہیں کہ فرع کے معتقد زیادہ ہیں اور اصل کے ساتھ اعتقاد کرنے والے کم۔ اب آپ اس کا مطلب سمجھئے گا تو بڑی مشکل سے سمجھ میں آئے گا مگر بات جو فرمائی ہے وہ صحیح ہے۔

بغیر کچھ کیئے دھرے اولیاء اللہ کا مرتبہ لینا چاہتے ہیں

پہلے زمانہ میں لوگوں کا یہ حال تھا کہ بیس بیس برس میں ان کی نمازیں ٹھیک ہوتی تھیں۔ اب دین کی کچھ وقعت نہیں ہے۔ اس لئے لکھ لکھ کر ہم کو دیتے ہیں کہ دل ٹھیک نہیں ہے۔ سارے خرافات میں مبتلا رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا مرتبہ لے لیں۔ احمق لوگ ہیں کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔

باطن کو درست کرنا ایک مشکل کام ہے اور کسی سے کسی خاص مدت کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے تم جانو یا خدا جانیں۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ

کام کرو۔ ہوسکتا ہے کہ آج ہی معاملہ ٹھیک ہوجائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسی طرح سے لٹکے رہو۔ اس میں ہر شخص کی استعداد مختلف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کس کے ساتھ کب فضل ہوجائے۔

گیلی لکڑی

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص آیا ایک ہفتہ رہا اور خلافت نامہ لے کر چل دیا۔ بہت سے لوگ جو بہت بہت دن سے پڑے تھے ان کو خیال ہوا کہ لو بھائی یہ ابھی آیا اور لے گیا اور ہم لوگ برسوں سے پڑے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ کامیابی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ طریق باپ دادا کی میراث نہیں ہے اس میں آدمی کامیاب اپنے اخلاص کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بہر حال ان بزرگ کو بذریعہ کشف ان لوگوں کے خلجان پر اطلاع ہوگئی یعنی یہ کہ اس نووارد کو جو میں نے خلیفہ بنادیا ہے ان سب کو اس پر اعتراض ہے اس وقت تو ٹال دیا۔ دوسرے وقت ان لوگوں سے کہا کہ جنگل سے لکڑی لاؤ اور یہ بھی کہہ دیا کہ گیلی لانا۔ سب لوگ لے آئے حکم دیا اس کو جلاؤ۔ لوگوں نے جلانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ لکڑی نہیں جل سکی۔ بالآخر شیخ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت لکڑیاں گیلی ہیں اس لئے آگ نہیں پکڑ رہی ہے۔ سمجھتے ہوں گے کہ حضرت ان سب باتوں کو کیا جانیں۔ حضرت نے فرمایا اچھا گیلی لکڑیوں میں آگ نہیں لگا کرتی؟ عرض کیا کہ جی ہاں۔

جب ان سے یہ قبول کرالیا تو فرمایا کہ ڈوب نہیں مرتے کہ وہ تو سوکھی لکڑی تھا اس لئے بس صرف آگ لگانے کی دیر تھی۔ تم لوگ گیلی لکڑی ہو پھونکتے پھونکتے دماغ میں درد ہوگیا اور تم جیسے کے تیسے رہے اور اس پر ذرا سی توجہ کی وہ کامیاب ہوگیا۔

ایک مقبول حق کا واقعہ

حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ کسی بزرگ کے ایک مرید نے ان سے عدم نفع کی شکایت کی انہوں نے فرمایا کہ نفع نہیں ہوتا تو میں کیا کروں دیوار سے سر ٹکرا لو۔ وہ سمجھا کہ واقعی اس کا حکم دے رہے ہیں۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ ان حضرات کے یہاں سب حقیقت ہی حقیقت تو ہوتی ہے، مجاز کا ان کے یہاں کیا کام اس لئے دیوار کی طرف چلا۔ غیب سے ندا آئی کہ ہمارے دوست کا سر دیوار سے ٹکراتے ہو؟ جس کو ان دونوں حضرات نے سنا۔ شیخ نے اس سے کہا۔ سنتے ہو تم کو دوست فرما رہے ہیں اب اور کیا چاہتے ہو۔ اللہ اکبر!

☆☆☆

فقرِ صادق کی علامت

حکیم الامت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا فقرِ صادق کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ دلچسپی ہو اور دلچسپی اس کو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو فقر محبوب تھا تو اپنی اولاد کے لئے بھی اس کو قولاً و عملاً اختیار کر کے دکھلا دیا۔ قولاً تو یہ کہ خدا تعالیٰ سے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوتاً.

(اے اللہ! آل محمد کا رزق بقدر کفایت مقرر فرما) اور عملاً یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو سب خاندان سے محبوب تھیں اور جن کے لئے آپ فرط محبت سے سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جن کے لئے آپ نے یہ فرمایا کہ **یُؤْذِیْنِیْ مَا آذَاھَا.**

یعنی تکلیف دیتی ہے مجھ کو ہر وہ چیز جو فاطمہ کو تکلیف دیتی ہے، اتنی پیاری بیٹی نے جب ایک مرتبہ چکی چلانے سے ہاتھوں میں چھالے پڑ جانے کی شکایت کی جس کو آج کل اس قدر معیوب سمجھا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے خاندان کی عورتوں کو بوجہ مصلحت صحت یہ رائے دی کہ نئی لڑکیوں سے چکی پسواؤ کیونکہ امارت کے لئے بیماری لازم ہو گئی ہے۔ وہ امیر بھی کیا ہوا جس کے پاس صحت جیسی خدا کی نعمت نہ ہو۔ اور وجہ اس کی یہی آرام طلبی ہے۔ اس لئے میں نے جو کہا کہ تم ایسا کیا

کرو تو ان میں سے بعض کہنے لگیں کہ خدا نہ کرے۔ تم ایسی فال کیوں نکالتے ہو اور یہاں تک ہم لوگوں کی شان بڑھ گئی کہ اکثر عورتوں نے چرخہ کاٹنا چھوڑ دیا۔

غرض حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی غلام لونڈی لے آؤ۔ تاکہ کچھ مدد دے چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ اپنی راحت کیلئے یا شوہر کے امتثال امر کے لئے۔ جس وقت حضور کے گھر پہونچیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ تھے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ کر چلی آئیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوا۔ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں آپ کو دیکھ کر اٹھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیٹی رہو۔ غرض اس وقت پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ نے فرمایا کہ اگر کہو تو غلام لونڈی دیدوں اور کہو تو اس سے بھی اچھی چیز دیدوں یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پھر یہ نہیں پوچھا کہ وہ اچھی چیز کیا ہے؟ بلکہ فوراً عرض کیا کہ اچھی ہی چیز دیدیجئے آپ نے فرمایا کہ سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ بس یہ غلام اور لونڈی سے بدرجہا بہتر ہے۔

اس خدا کی بندی نے خوشی خوشی قبول کر لیا۔ تو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر محبوب تھا تو اپنی اولاد کیلئے بھی آپ نے اس کو تجویز کر کے دکھلا دیا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ہماری اولاد کیلئے زکوٰۃ حلال نہیں۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ ایسے قوانین مقرر ہوتے کہ سب روپیہ ان ہی کو ملتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ تو دلچسپی اس کو کہتے ہیں۔

پیر کی کرامت

ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھر پر موجود نہ تھے کہ آپ کے مرشد تشریف لائے۔ اتفاق سے اس روز گھر میں فاقہ تھا اہل خانہ نے دیکھا کہ

حضرت تشریف لائے ہیں آپ کے لئے کوئی انتظام ہونا چاہئے آخر خادمہ کو محلّہ میں بھیجا کہ اگر قرض مل جائے تو کچھ لے آئے خادمہ دو تین جگہ جا کر واپس چلی آئی اور کچھ نہ ملا۔ متعدد مرتبہ کی آمد ورفت سے حضرت کو شبہہ ہوا اور آپ نے حالت دریافت فرمائی معلوم ہوا کہ آج فاقہ ہے آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے ایک روپیہ نکال کر دیا کہ اس کا اناج لاؤ۔ چنانچہ اناج آیا آپ نے ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس اناج کو مع تعویذ کسی برتن میں رکھ دو اور اسی میں سے خرچ کیا کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس اناج میں خوب برکت ہوئی۔ چند روز بعد جو شاہ ابوالمعالی صاحبؒ آئے تو کئی وقت تک برابر کھانے کو ملا آپ نے ایک روز تعجب سے پوچھا کہ کئی روز سے فاقہ نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ اس طرح سے حضرت تعویذ دے گئے ہیں اب اس موقع پر ملاحظہ فرمایئے حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادب اور آپ کی خداداد سمجھ۔ کہ ادب، توکل کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور پیر کے ادب کو بھی ملحوظ رکھا۔

فرمایا کہ حضرت کا تعویذ میرے سر پر رہنا چاہئے اور اناج کی بابت حکم دیا کہ سب فقراء کو تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ سب تقسیم کر دیا گیا۔

اختیاری تھا ان کا فاقہ

اور اسی وقت سے پھر فاقہ شروع ہو گیا۔ ان حضرات کا فاقہ اختیاری فاقہ تھا کیونکہ اس کو سنت سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ پر تین تین دن فاقہ گذر جاتے تھے۔ اور جب بیوی بہت پریشان ہو کر عرض کرتیں کہ حضرت اب تو تاب نہ رہی فرماتے کہ تھوڑا صبر اور کرو جنت میں ہمارے لئے کھانے عمدہ عمدہ تیار ہو رہے ہیں۔ لیکن بیوی بھی ایسی نیک بخت ملی تھیں کہ وہ نہایت خوشی سے اس پر صبر کرتیں۔

صاحبو! ان حالات پر آپ کو تعجب نہ کرنا چاہئے اور اگر تعجب ہے تو یہ ایسا ہی تعجب ہے جیسے کوئی عنین تعجب کرنے لگے کہ صحبت میں بھی لطف ہوتا ہے کیونکہ اگر ذرا سا بھی ادراک ہو تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کی محبت کا کیا عالم ہوتا ہے محبت میں تو مطلقاً یہ عالم ہوتا ہے۔ ؎

چوں در چشم شاہد نیاید زرت
زر وخاک یکساں نماید برت

''اگر معشوق کی نگاہ میں تمہارے مال و دولت کی قدر نہ ہو تو تمہاری نظر میں سونا اور مٹی یک ساں معلوم ہونے لگے گا'' دیکھو اگر محبوب کو ایک ہزار روپیہ دو وہ لات مار دے تو تمہارے دل میں ان روپیوں کی قدر نہیں رہتی اور محبت مجازی میں جب یہ حالت ہے تو حقیقی کا کیا پوچھنا اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎

ترا عشق ہمچو خودے زاب وگل
رباید ہمہ صبر و آرام دل

بچے کے اخلاق بگاڑنے میں آپ مجرم

ہمارے معاشرے میں اس معاملے کے اندر غفلت اور بے احتیاطی بہت عام ہے کہ بچے کو تعلیم دلانے کے لئے اچھے سے اچھے اسکول میں داخل کرا دیا۔ لیکن گھر کا ماحول ایسا بنایا ہوا ہے جس سے اس بچے کا مزاج و مذاق اس کے اخلاق و کردار خراب ہو رہے ہیں۔ مثلاً آپ گھر سے باہر کہیں جا رہے ہیں اور بچہ ضد کر رہا ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ اب آپ نے اس بچے سے جان چھڑانے کی خاطر کوئی وعدہ کر لیا کہ میں تمہارے لئے ایک چیز لے کر آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ چلے گئے۔ آپ نے اس بچے کو بہلا تو دیا لیکن جو وعدہ آپ نے اس بچے کے ساتھ

کیا تھا وہ پورا نہیں کیا تو ایک طرف تو آپ وعدہ خلافی کے مجرم بنے، دوسرے یہ کہ اس بچے کی تربیت خراب کرنے کے مجرم بنے، اس بچے کا ذہن پہلے دن سے آپ نے خراب کر دیا۔ لہٰذا بچے کے ساتھ معاملات کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے۔

بچوں کے ذریعہ جھوٹ بلوانا

ہمارے معاشرے میں یہ بات بھی بکثرت عام ہے کہ ایک شخص آپ کے گھر پر آپ سے ملنے کیلئے آیا۔ یا کسی کا فون آیا، اور بچے نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ فلاں صاحب آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں، یا فلاں صاحب آپ سے فون پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اب آپ کا ان صاحب سے بات کرنے کو اور ملنے کو دل نہیں چاہ رہا ہے اس لئے آپ نے بچے سے کہہ دیا کہ جاؤ کہہ دو کہ ابو گھر پر نہیں ہیں، اب بچہ تو یہ دیکھ رہا ہے کہ ابا جان گھر پر موجود ہیں، لیکن میرے ابا گھر پر موجود ہونے کے باوجود مجھ سے کہلوا رہے ہیں کہ جا کر جھوٹ بول دو کہ گھر پر موجود نہیں ہیں، تو آج جب آپ اس سے جھوٹ بلوائیں گے تو کل جب وہ جھوٹ بولے گا تو کس منہ سے آپ اس کو جھوٹ بولنے سے روکیں گے، اس لئے کہ آپ نے تو خود اس کو جھوٹ بولنے کا عادی بنایا ہے، اپنے ذرا سے مفاد کی خاطر جھوٹ کی سنگینی اس بچے کے دماغ سے مٹا دی تو اب اگر وہ بچہ جھوٹ بولے گا اور اس بچے کو جھوٹ کی عادت پڑ جائے گی تو اس گناہ میں آپ بھی برابر کے شریک ہو گئے۔ اور آپ نے اس بچے کی زندگی تباہ کر دی۔ اس لئے کہ جو آدمی جھوٹ بولنے کا عادی ہوتا ہے تو دنیا میں کہیں بھی اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا، اس پر بھروسہ نہیں ہوتا، اس لئے بچوں کے ساتھ معاملات کرنے میں خاص طور پر بڑی احتیاط کی ضرورت ہے بچوں کو سچائی سکھائی جائے ان کو امانت داری سکھائی جائے، ان کو وعدے کی پابندی سکھائی جائے۔☆

شیخ کے حکم کی تعمیل اور اس کی برکت

حضرت مصلح الامت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:(وَمِنهَا) اَنْ لَّا یَتَعَدّٰی اَمْرَہٗ وَلا یَتَأَوَّلُہٗ بَلْ یَقِفُ عِنْدَ ظَاھِرِ کَلَامِہٖ وَیُبَادِرُ لِاِمْتِثَالِہٖ سَوَاءً عَقَلَ مَعْنَاہُ اَمْ لَمْ یَعْقِلْ الخ". (اور ایک ادب یہ ہے کہ) اس کے حکم سے تجاوز نہ کرے اور نہ اس کی تاویل کرے بلکہ کلام کا جو ظاہری مطلب ہو اسی پر عمل کرے اور اسکے امتثال امر میں جلدی کرے خواہ اس کے معنی سمجھے یا نہ سمجھے۔یعنی اس کام کی عقلی مصلحت نہ تلاش کرے) الخ (ترصیع ص:۱۱۵)

(قوله ولا يتأوله الخ) کتاب الذہب الابریز میں لکھا ہے کہ کسی شیخ نے اپنے مرید سے کہا کہ اپنے باپ کا سر قلم کر کے میرے پاس لاؤ۔مرید یہ سنکر فوراً اٹھا اور اپنے باپ کے گھر آیا دیکھا تو اس کا باپ اپنی بیوی کے پاس یعنی اس مرید کی ماں کے پاس سویا ہوا ہے پس اس کا سر قلم کر کے شیخ کی خدمت میں لے جا کر پیش کر دیا۔شیخ نے جب اس کو دیکھا تو کہا یہ کیا ہے؟ کہا والد کا سر کہا ارے تم نے یہ کام کیوں کر ڈالا میں نے تو تم سے محض مذاق سے کہا تھا اس نے عرض کیا اے میرے سید میں تو آپ کی ہر بات کو حقیقت ہی پر محمول کرتا ہوں۔چنانچہ اپنے کئے ہوئے پر

وہ نادم بھی نہیں ہوا اس کے بعد شیخ نے کہا کہ اچھا ذرا مجھے وہ سر دکھاؤ۔ اس پر نظر جو ڈالی تو دیکھا کہ وہ ایک یہودی کا سر تھا جو کہ اس مرید کی والدہ پر عاشق تھا اور اس مرید نے بوقت قتل گھبراہٹ میں اس کو اپنا باپ جان لیا تھا۔

اسی طرح سے اسی کتاب میں ایک واقعہ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرید نے ایک عورت کو جو بظاہر طوائف معلوم ہوتی تھی اپنے شیخ کے حجرے میں جاتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ شیخ نے اس کے ساتھ صحبت کی پھر شیشہ کے برتن میں شراب تھی، اسے پیا، پھر باہر نکلے اور بغیر غسل کئے ہوئے امام بن کر لوگوں کو نماز بھی پڑھائی لیکن مرید کا اعتقاد اپنے شیخ سے ذرا بھی متزلزل نہیں ہوا اور نہ اس کا احترام اس کے قلب میں گھٹا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس مرید کے قلب پر فتح فرمائی تو نظر کشفی سے دیکھا کہ وہ عورت شیخ کی بیوی تھی جو بظاہر مشابہت بازاری عورتوں سے رکھتی تھی جس کی بنا پر اس نے اسے زانیہ ہی سمجھا تھا اور یہ دیکھا کہ شیخ نے شیشہ کے گلاس میں جو چیز پی تھی وہ دوا تھی جس کا صرف رنگ شراب جیسا تھا اور یہ دیکھا کہ شیخ کو ان دنوں کچھ ایسا مرض لاحق تھا جس کی بنا پر پانی کا استعمال مضر تھا۔ اس لئے غسل کا بدل تیمّم کر کے لوگوں کو نماز پڑھا دی تھی۔

کیونکہ تیمّم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والوں کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ پس پاکی ہے اس ذات کے لئے جس نے اس مرید کے قلب کو ایسے امور عظیمہ کے مشاہد کے وقت بھی ثابت قدم رکھا اور متزلزل نہ ہونے دیا۔

اصلی اور حقیقی شیخ

ایک شیخ نے مرید سے کہا کہ اپنے باپ کا سر قلم کر کے میرے پاس لاؤ الخ میں کہتا ہوں اور پہلے بھی اس مسئلہ کو کسی قدر وضاحت سے عرض کر چکا ہوں کہ شیخ

دراصل وہی ہے جوخود متبع شریعت ہواوراپنے مریدین سے بھی شریعت ہی کا اتباع کرائے اورصاحب بصیرت ہو۔پس مرید کے لئے یہ ضروری ہے کہ شیخ کے کسی حکم پرعمل کرنے سے پہلے اس بات کو دیکھ لے کہ وہ خلاف شریعت تونہیں ہے۔اگر شریعت سے اس فعل کے کرنے کا جواز نہ پائے تو ہرگز اس پرعمل نہ کرے اس لئے کہ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ.(خالق ومالک کی حکم عدولی اور نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرماں برداری کرنا ہرگز جائزنہیں)اورکسی مرید کا ایسا کرنا شیخ سے بداعتقادی نہ کہلائے گی بلکہ شریعت سے اعتقاداوراسکی تعظیم سمجھی جائے گی۔

ہوسکتا ہے کہ شیخ نے یہاں جو کچھ فرمایا ہووہ کشف سے فرمایا ہولیکن کشف کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔خودصاحب کشف پربھی حجت نہیں ہے۔دوسروں پرتو کیا ہوتی لہٰذا مرید کو یہ چاہئے تھا کہ شیخ نے جب اس سے یہ فرمایا تھاتو شیخ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ تو سمجھتا کہ اس میں کچھ بھید ہے لیکن اس کے مقتضٰی پر بدون دلیل شرعی کے عمل کرلینا یہ اس کے لئے کسی طرح جائز نہ تھا۔شیخ سے سن کرواقعہ کی تحقیق کرتا تو حقیقت حال کا سراغ اسے لگ ہی جاتا۔

حضرت شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف

جیسا کہ حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ آپ جب بلخ تشریف لے گئے تو گھر پرنماز پڑھتے تھے مسجد تشریف نہ لے جاتے،لوگوں نے اس کی شکایت امیر بلخ سے کی۔انہوں نے شیخ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ مسجد کیوں نہیں تشریف لاتے۔آپ نے جواب دیا کہ مجھے کچھ عذر شرعی ہے۔امیر اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا دوبارہ کہلایا کہ آخر کیا عذر ہے اس کو بتلانا ہوگا۔شیخ یہ سنکر امیر کے پاس خود پہونچے اوراس سے کہا کہ اس مسجد کا امام جہاں ہواور جس حال میں ہوفوراً

طلب کیا جائے چنانچہ امام صاحب بلائے گئے حضرت نے فرمایا اس کے جوتے اتروا کے اس کا تلا اودھیڑ دیا جائے دیکھا تو اس میں ایک کاغذ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام درج کر کے اس کو پاؤں کے نیچے رکھا تھا۔ شیخ نے امیر کو اسے دکھلا کر فرمایا ملاحظہ فرمایئے یہ رافضی ہے اور کس قدر گستاخ و بے ادب ہے یہ سبب تھا میرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا۔ اب تو آپ کو اطمینان ہوا۔ امیر شیخ کے اس کشف کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ شیخ کا معتقد ہو گیا اور اس رافضی کو قتل کر دیا۔

غرض اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ دیکھئے ان بزرگ نے کشف سے اس کا حال معلوم کر لیا تھا لیکن امیر سے ابتداء یوں نہیں فرمایا کہ وہ رافضی ہے اس لئے میں اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ بلکہ جب تفتیش کے بعد دلیل شرعی سے اس کا رافضی اور بے ادب ہونا امیر کے سامنے ثابت کر دیا تب اس پر حکم لگایا۔

ایک قیافہ شناس کی حکایت

اسی طرح سے عرب کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ دو نوجوان اونٹ پر سوار کہیں جا رہے تھے آگے آگے ان کا غلام اونٹ کی مہار پکڑے چل رہا تھا۔ اتنے میں کسی قیافہ شناس کا ان پر گزر ہوا۔ اس نے ایک نظر ان نوجوان لڑکوں پر ڈالی اور ایک نظر اس غلام کو دیکھا اور کہا کہ یہ لڑکے اس غلام کے ہی مشابہ ہیں۔ ان لڑکوں نے جب یہ سنا تو کھٹک گئے اور غلام سے کہا کہ گھر واپس چلو مکان پر پہونچ کر اپنی ماں کے سامنے دونوں تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور اس سے کہا کہ سچ بتاؤ کیا واقعہ ہے۔ آج ایک قیافہ شناس نے ہم دونوں کو اس غلام کے مشابہ بتایا ہے اس نے کہا بات بالکل صحیح ہے۔ تمہارے باپ کے انتقال کے بعد میں نے اس غلام کو ایک بار اپنے اوپر قابو دیدیا تھا تم لوگ اسی کے نطفے سے ہو۔ خیر یہ تو اہل قیافہ کی حکایت تھی میرا

مقصد اس کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ ان لڑکوں نے محض اس قیافہ شناس کے کہنے سے اپنی ماں کو قتل نہیں کر دیا بلکہ پہلے اس واقعہ کی تفتیش کی تب کوئی قدم اٹھایا۔

اسی طرح سے یہاں کہتا ہوں کہ شیخ کا اس مرید سے یہ کہنا کہ جاؤ اپنے باپ کو قتل کر دو یہ جائز نہ تھا۔ اسی طرح سے اس مرید کا امتثال امر شیخ کے لئے چل پڑنا یہ بھی اس کے لئے جائز نہ تھا۔ بلکہ مرید کو یہ کرنا چاہئے تھا کہ شیخ کے اس فرمانے کے بعد ماں کے پاس جاتا اور اس سے اس امر کی تصدیق کرتا اور واقعہ کی تفتیش کرتا، ظاہر ہے اس سے یہ عقدہ کھل ہی جاتا اس وقت اس یہودی کے ساتھ جو چاہتا معاملہ کرتا۔ کیونکہ اب حدود شرع کے اندر ہو کر وہ فعل اس کے لئے جائز ہوتا۔

شریعت وسنت پر عمل ہر ایک کیلئے لازم ہے

حاصل یہ کہ پیر ہو یا مرید دونوں اس امر کے مکلّف ہیں کہ شریعت کی اتباع کریں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سنت کی پیروی کریں۔ بلکہ شیخ سے تعلق ہی اس لئے کیا جاتا ہے کہ اسکے ذریعے حق تعالیٰ کی معرفت مرید کو حاصل ہوگی اور اتباع سنت آسان ہوگی لیکن اس جماعت سے بھی اگر ظاہر شرع کے خلاف لوگ کچھ امور صادر ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو جماعت ہی سے بدعقیدہ اور بدظن ہو جائیں گے۔

مدّعیانِ کاذب کا فساد عظیم

چنانچہ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں طریق میں ایسے لوگ داخل ہو گئے ہیں جو حقیقۃً شیخ نہیں ہیں اور انہوں نے اسی قسم کی باتیں کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کی نظروں میں شریعت کا احترام اور اس کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے کہ انہوں نے دیکھا کہ جب خلاف شرع امر کا ارتکاب کر کے بھی ایک شخص بزرگ اور

مقبول کہا جا سکتا ہے تو پھر ان کے نزدیک شرع کی مخالفت کچھ زیادہ ملامت کی چیز نہیں رہ گئی۔ یہ اثر تو عوام پر پڑا باقی خواص یعنی اہل علم نے جب یہ دیکھا کہ اس جماعت سے شریعت کو نقصان پہونچ رہا ہے اس لئے کہ انہوں نے حرام وحلال جائز وناجائز کی بحث ہی اُڑا دی ہے تو اس کی وجہ سے علماء کی جماعت بھی ان سے خفا ہوگئی نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی ان دو بڑی جماعتوں میں ایک خلیج حائل ہوگئی اور جوں جوں جہالت بڑھتی گئی یہ خلیج وسیع تر ہوتی گئی۔

مصلح الامت محی السنۃ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حال پر اظہار مسرت فرماتے ہیں جو دنیا میں نرم نرم بستروں پر لیٹتے ہیں اور جنتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال جنتی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آدمی دنیا میں بھی تنعم اور آرام کی زندگی بسر کرے اور آخرت میں اس کا ٹھکانا جنت ہو۔ اسی بات کو حضرت مولانا تھانویؒ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کرو کچھ حرج نہیں مگر باغی نہ بنو۔ بس اسی ایک جملہ میں کتنی بڑی حقیقت کو واضح فرمایا یعنی یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو کھاؤ کھلاؤ لیکن اس کے باغی نہ بنو۔

رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل

ایک مولانا صاحب جو مسلمانوں کے ایک دینی مرکز میں رہتے ہیں انہوں نے میری بابت ایک صاحب سے پوچھا کہ کیا وہ عینک لگاتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں نہ دن میں لگاتے ہیں نہ رات میں اور یہ بھی کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے کہتے ہیں: ”اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا“. یعنی اے اللہ کارآمد رکھ ہماری

شنوائیاں اور ہماری بینائیاں اور ہماری قوت جب تک ہمیں زندہ رکھے اور رکھنا اس کی خیر کو باقی ہمارے بعد۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا جو مانگی ہے اور امت کو سکھلائی ہے تو کیا یوں ہی، اس کا کوئی نفع دنیا میں مومن کو نہیں پہنچے گا۔ ضرور پہنچ سکتا ہے۔ مگر آپ کی ان تعلیمات پر آج ہم کو توجہ کب ہے؟ کتاب وسنت کے طریقہ سے عوام تو ناواقف ہیں ہی۔ آج مولویوں کے سامنے بھی اصلاح امت کے لئے گویا اس میں کوئی طریقۂ کار ہی موجود نہیں ہے۔ ہم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ طریقہ بتلاؤ جس سے مسلمانوں پر اثر ہو جائے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ ہم کو کچھ ہدایت کرتے کیونکہ رات دن وعظ کہتے ہیں، ہر جگہ جاتے ہیں ہر قسم کے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے اس لئے تجربہ بھی زیادہ ہونا چاہئے اور طریقہ کار بھی سمجھ میں آجانا چاہئے۔ اب یہ کیسے سمجھا جائے کہ بلا اثر ہی کے اتنی محنت کر رہے ہیں اتنا تعب برداشت کر رہے ہیں۔ خوب جانتے ہیں لیکن ملاقات ہوگئی تو ہم سے بھی پوچھ لیا۔ ہم کو چھیڑتے ہیں اور ہمارے علم کا امتحان لیتے ہیں۔

الٰہیات پر قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں

اسی طرح ایک صاحب نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ اسلام میں الٰہیات پر کوئی کتاب نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ ہے۔ پوچھا کون سی ہے؟ میں نے کہا قرآن شریف اور کہئے تو پڑھوں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. معلوم نہیں ان لوگوں نے کس چیز کا نام الٰہیات رکھا ہے۔ جس قدر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے متعلق جس قدر محقق کلام اللہ تعالیٰ فرما سکتے ہیں دوسرا کون کہہ سکتا ہے ایک جگہ مدرسہ کا نام تو تھا الٰہیات اور تعلیم ہوتی تھی منطق اور فلسفہ کی اور

دشمنان دین کی کتابوں کی۔ میں اس جگہ تھا لوگوں سے سنتا تھا کہ اس کو بجائے الٰہیات کے واہیات کہتے تھے۔ (شاہ وصی اللہ صاحبؒ)

سب سے بڑی نعمت جس کی ناقدری پر مواخذہ ہوگا؟

سب سے بڑی نعمت جس کی ناقدری پر قیامت کے دن مواخذہ ہو جائے گا وہ قرآن شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ انسانوں پر امتنان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: ''اِنَّا نَحنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ''. (ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)۔ ''اِنَّا اَنزَلْنَاہُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ''. (ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان میں تاکہ تم سمجھو)۔ ''کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْہِ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ''. (یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کے اوپر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لا دیں) یہی دنیا میں بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ اس بات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ میں ایسے عنوان سے بیان فرمایا کہ لوگ جھوم اٹھے۔

زیب النساء مخفیؔ کی حکایت

فرمایا کہ ایران میں اتفاقاً بادشاہ کی زبان پر یہ مصرعہ جاری ہوگیا: ''در ابلق کسے کم دیدہ موجود''۔ اس نے ایران کے شعراء سے کہا کہ اس پر دوسرا مصرعہ لگاؤ لیکن وہ لوگ عاجز رہے۔ یہ مصرعہ ہندوستان آپہنچا۔ یہاں بھی شعراء قاصر رہے۔ زیب النساء مخفیؔ بھی شاعرہ تھی۔ اس نے بھی کوشش کی مگر کوئی مصرعہ سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک دن اس نے سرمہ لگایا آئینہ دیکھ رہی تھی کہ آنسو کا ایک قطرہ آئینہ پر گرا سفید

آنسو میں سرمہ کی سیاہی کی آمیزش دیکھ کر فوراً دوسرا مصرعہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ یہ شاعر لوگ ہر وقت اسی دھن میں رہتے ہیں مصرعہ یہ لگا کہ ؎

درِ ابلق کسے کم دیدہ موجود
مگر اشک بتان سرمہ آلود

''یعنی چتکبرا موتی کسی نے نہ دیکھا ہوگا مگر سرمہ لگی ہوئی آنکھ کا آنسو گویا درِ ابلق ہے۔'' یہ مصرعہ ایران کو بھیجا گیا بہت پسند کیا گیا۔ بادشاہ نے شاہ ہند کو لکھا کہ یہاں لوگ اس شاعر کے دیدار کے مشتاق ہیں لہٰذا شاعر کو ایران بھیج دیجئے۔ بادشاہ نے یہ پیغام زیب النساء کو سنایا اور کہا لو اور شاعری کرو۔ اب شاہ ایران نے طلب کیا ہے، اس نے کہا اچھی بات ہے کہ آپ اس خط کے جواب میں میرے یہ دو شعر لکھ بھیجئے۔ بڑی لطافت کے ساتھ مسئلہ حل ہو جائے گا وہ شعر یہ ہے۔ ؎

بلبل از گل بگزرد گر در چمن بیند مرا
بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا
در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

یعنی بلبل پھول کو بھول جائے اگر چمن میں مجھے دیکھ لے، اور برہمن بت پرستی چھوڑ دے اگر مجھے دیکھ لے، اے مخفی میں کلام میں اسی طرح سے پوشیدہ ہوں جس طرح خوشبو پھول کے اندر سمائی ہوتی ہے جسے مجھے دیکھنے کی آرزو ہو وہ مجھے میرے کلام میں دیکھے۔ (وصیۃ العرفان ۲۰۰۹ء نومبر، دسمبر)

☆☆☆

سب سے اہم کام نماز ہے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیر نگیں ان کے دور خلافت میں جتنا رقبہ تھا آج اس وقت اس رقبے میں تقریباً ۱۵ خود مختار ملک بنے ہوئے ہیں جب کہ فاروق اعظم تنہا اس کے حکمراں تھے، اس وقت ان کی قلمرو میں ان کی ماتحت جتنے گورنر تھے ان کے نام خط لکھا جو "موطا امام مالک" میں موجود ہے، اس خط میں فرمایا کہ: "اِنَّ اَهَمَّ اَمرِکُمْ عِندِیْ الصَّلاۃُ، فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَیْهَا حَفِظَ دِیْنَهُ، وَمَنْ ضَیَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْیَعُ". (موطا امام مالک، کتاب وقوت الصلاۃ: حدیث نمبر ۶)

یاد رکھو کہ تمہارے سب کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم کام نماز ہے، جس شخص نے نماز کی حفاظت کی، اور اس پر مداومت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس شخص نے نماز کو ضائع کیا، وہ اور چیزوں کو زیادہ ضائع کریگا۔

جنت الفردوس کے وارث

بہر حال، اس لئے قرآن کریم نے ان صفات کے بیان کو شروع بھی نماز سے کیا اور ختم بھی نماز پر کیا۔ ان صفات کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں میں یہ صفات

پائی جائیں گی۔ یعنی (۱) نماز میں خشوع (۲) فضول کاموں سے بچنا (۳) زکوٰۃ کی ادائیگی (۴) اخلاق کی درستگی (۵) عفت وعصمت کی حفاظت (۶) امانتوں اور عہد کی پابندی (۷) نمازوں کی حفاظت۔

بزرگوں کی انکساری کے واقعات

یہ ہیں وہ لوگ جو جنت الفردوس کے مالک ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو یہ ساری صفات عطا فرمائے اور یہ ساری صفات عطا فرما کر اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

فرمایا میں حضور ﷺ کے موافق ہی عمل کرتا ہوں کیونکہ مخلوق حقیقی طور پر حضور ﷺ کی اقتدا سے عاجز ہے کیونکہ ان کی عبادات میں خواہ نماز ہو یا اور کچھ کوئی نہ کوئی نقص وخلل ضرور ہوتا ہے اور بس یہ (ہمارا اتباع سنت) اسی قبیل سے ہے ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ''. کہ نیک آدمیوں کی طاعات مقربین کے لئے گناہ ہیں۔ (اسی طرح جو اعمال ظاہر میں حضور ﷺ کی سنت کے موافق کرتے ہیں حضور ﷺ کے حق میں یہ اعمال اس ہیئت سے جس طرح ہم ادا کرتے ہیں طاعات نہیں بلکہ گناہ ہوتے)۔

''اور فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو ریا کار دیکھنا ہو وہ مجھے دیکھ لے۔''

اور معروف کرخی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خواہش یہ ہے کہ میری وفات بغداد کے سوا کسی اور شہر میں ہو''۔ (جہاں مجھے کوئی جانتا نہ ہو) لوگوں نے عرض کیا یہ کیوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ زمین مجھے قبول نہ کرے

(اور باہر پھینک دے) تو میں رسوا ہو جاؤں گا اور لوگ میری وجہ سے دوسرے مشائخ سے بھی بدگمان ہو جائیں گے۔ خدا ان بزرگوں سے راضی ہو (یہ کیسے اپنے کو مٹائے ہوئے تھے)۔

اسی طرح شیخ عبدالعزیز دیرینی رضی اللہ عنہ سے سفر کی حالت میں فقراء کی ایک جماعت نے کرامت (ظاہر کرنے) کی درخواست کی اور کہا حضرت بستی میں داخل ہونے سے پہلے کچھ دکھلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بسر و چشم پھر بستی میں داخل بھی ہو گئے اور کوئی کرامت نہ دیکھی تو دوبارہ درخواست کی آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑی اور کیا کرامت ہو گی کہ حق تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو روکے رکھا یہاں تک کہ ہم (بے تکلف) اس پر چلتے رہے اور ہم کو اس کے اندر نہیں دھنسا دیا۔

عزیز من! تم ان عارفین کے احوال میں غور کرو اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور وہی اپنے نیک بندوں کا محافظ ہے۔

ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ بزرگوں کی شان اور ان کے حالات کس طرح مختلف ہوتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ فلاں مسجد میں تین بزرگ بیٹھے ہیں ان کے پاس جاؤ معلوم ہو جائے گا کہ بزرگوں کے حالات میں کیا فرق ہوتا ہے چنانچہ وہ شخص گیا اور جا کر دیکھا کہ کوئی بے ادب آیا اور ان بزرگوں میں سے اول کو ایک چپت رسید کی انہوں نے اٹھ کر اتنے ہی زور سے ایک چپت اس کے بھی ماردی اور پھر بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد وہ دوسرے بزرگ کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت ان کے ماردی وہ بولے بھی نہیں اور اپنے کام میں لگے رہے اس کے بعد تیسرے کے پاس گیا اور ایک چپت ان کے بھی ماردی انہوں نے اٹھ کر فوراً اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کو دبانا اور پیار کرنا شروع کیا اور کہنے لگے کہ تمہارے ہاتھ میں بہت چوٹ لگی ہو گی یہاں سے یہ تماشہ دیکھ کر ان

بزرگ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا کہنے لگے کہ بس اتنا ہی فرق ان تینوں کی حالت اور شان میں بھی ہے۔

تو دیکھ لیجئے کہ جو غیر صابر تھے اور انتقام لئے بغیر نہ رہ سکے وہ بھی لایعنی کے مرتکب نہ ہوئے یعنی مارنے والے سے یہ سوال تک بھی نہیں کیا کہ تو نے ایسی حرکت کیوں کی بلکہ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا پر عمل کر کے ایک چپت خود بھی اس کو ماردی پھر اپنے کام میں لگ گئے۔

عیب گوئی اور عیب جوئی کے مقاصد

فرمایا ایک خرابی عیب جوئی اور عیب گوئی میں یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ جس شخص کی برائی کی جارہی ہے اس کو خبر نہ ہو اور خبر ہونے کے بعد بہت دشوار ہے کہ وہ تم کو برا نہ کہے اور پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ اس کے کہنے کی تم کو خبر نہ ہو اور اس تمام الٹ پھیر کا نتیجہ ہے کہ آپس میں عداوتیں بڑھیں اور دشمنیاں قائم ہوں اور پھر یہ عداوتیں بعض اوقات پشتہا پشت تک چلتی ہیں اور بنا اس کی محض ذرا سی بات کہ اس نے ہم کو یوں کہہ دیا تھا۔ حالاں کہ اگر کہہ بھی دیا تو کیا عزت میں فرق آ گیا۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ چلے جارہے تھے چند مرید ساتھ تھے راستہ میں ایک شخص نے دیکھ کر کہا کہ یہ شخص بڑا ٹھگ ہے۔ ایک مرید کو اس پر بہت غصہ آیا اور اس شخص کو مارنے چلا پیر صاحب نے روکا اور گھر پر لے گئے اور بہت سے لفافے ان کے نام آئے ہوئے تھے اس کے سامنے ڈال دیئے، ان لفافوں میں بڑے بڑے القاب وآداب لکھے ہوئے تھے کسی میں قبلہ کونین، وکعبہ دارین کسی میں رہنمائے جہاں وغیرہ وغیرہ اور فرمایا کہ نہ تو اس قدر برا ہوں جتنا اس شخص نے کہا اور نہ اس قدر اچھا ہوں جتنا ان لوگوں نے لکھا پس اگر خلاف واقع کہنے کی وجہ سے اس

شخص پر غصہ آیا تو ان لوگوں پر بھی تو غصہ آنا چاہئے اور ان کا منہ بھی تو بند کرنا چاہئے جو کہ جنید عصر اور فرید وقت لکھتے ہیں۔

مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے آکر برا بھلا کہنا شروع کیا مولانا چونکہ بڑے مرتبہ کے شخص تھے طالب علموں کو سخت غصہ آیا اور اس کو مارنے کو اٹھے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی سب باتیں تو جھوٹ نہیں کہتا کچھ تو سچ بھی ہیں تو اس کو دیکھو۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے برا کہا تو آپ نے اس کو ہدیہ بھیجا اور امام صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ آپ کبھی کسی کی غیبت نہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اگر کسی کی غیبت کروں تو اپنی ماں کی غیبت کرنا زیادہ مصلحت ہے تاکہ میری نیکیاں میری ماں ہی کے پاس رہیں غیروں کے پاس تو نہ جائیں۔ حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے عقلمند ہیں کہ ہم لوگوں کی نیکیاں وہ لے لیتے ہیں (یعنی چونکہ ہم ان کی بابت کچھ کہہ دیتے ہیں) اور وہ اپنی نیکیاں کسی کو نہیں دیتے (یعنی چونکہ وہ کسی کی غیبت نہیں کرتے)۔

صاحبو! غور کرو کہ یہ اسلاف ہیں جن کے وہ حالات تھے ایک ہم اخلاف ہیں کہ جن کے یہ حالات ہیں خوب کہا ہے۔ ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا　　دل دشمنان ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام　　کہ با دوستانت خلافست وجنگ

"میں نے سنا ہے کہ راہ خدا کے جواں مردوں یعنی اللہ والوں نے کبھی اپنے دشمنوں کا بھی دل نہیں دکھایا اور نہ انہیں ستایا تو تمہیں ان کا یہ مقام قرب وقبول کہاں نصیب ہوسکتا ہے جب کہ اپنے دوستوں ہی کے ساتھ تمہاری لڑائی ہے جنگ وجدال ہے سازش وپیکار ہے۔"

اہل اللہ سے پرخاش کا نتیجہ

دہلی کے ایک بادشاہ کے متعلق مشہور ہے کہ اس کو ایک مرتبہ حریر پہننے کی طرف میلان ہوا بعض تنخواہ دار مولویوں نے اس کی حلت کا فتویٰ دیدیا اور بہت سے وجوہ حلت کے لکھ دیئے بادشاہ نے کہا کہ اگر ملاجیون بھی دستخط کر دیں تو میں پہن لوں گا ملاجی کے پاس استفتاء گیا آپ نے کہلا بھیجا کہ دہلی آکر جواب دوں گا اور جامع مسجد میں جواب دوں گا۔

چنانچہ آپ دہلی تشریف لائے اور جامع مسجد میں ممبر پر جا کر بعد نقل سوال وجواب کے استحلال معصیت (یعنی گناہ کو حلال قرار دینے) کی بناء پر بطور زجر کے فرمایا کہ مفتی مستفتی ہر دو کافر اند (یعنی فتوی لینے والے اور فتویٰ دینے والے دونوں کافر ہیں) بادشاہ یہ سن کر نہایت غضب ناک ہوا قتل کا حکم دے دیا بادشاہ کے ایک فرزند کو جو خبر ہوئی تو دوڑے ہوئے ملاجی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے قتل کی تدبیر ہو رہی ہیں ملاجی نے جو سنا بہت برہم ہوئے اور فرمایا کہ میں نے کون سا قصور کیا ہے؟ اور فرمایا کہ وضو کے لئے پانی لاؤ کہ میں بھی ہتھیار باندھ لوں کیونکہ ''اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنْ''. ''وضو مومن کا ہتھیار ہے''۔ حقیقت میں ان حضرات کو تنہا نہ سمجھنا چاہئے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات

با دردکشاں ہر کہ در افتاد برافتاد

''یعنی ہمارا تجربہ یہ ہے کہ جو بھی اللہ والوں اور ان عشاق خدا سے الجھا اور بھڑا بس پٹکا گیا اور تباہ ہوا۔''

حدیث شریف میں ہے: ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ''.

(یعنی جو میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کرے گا میں اس کو جنگ کا الٹی میٹم دیتا ہوں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں)

شہزادے نے جو آپ کے جلال کی حالت دیکھی تو دوڑا ہوا باپ کے پاس گیا اور کہا کہ آپ غضب کر رہے ہیں ملا جی آپ کے مقابلہ کے لئے وضو کر رہے ہیں اور سلاح وضو درست کر رہے ہیں سج رہے ہیں بادشاہ یہ سن کر تھرا گیا اور کہا کہ اب کیا کروں میں تو حکم دے چکا ہوں شہزادے نے کہا کہ سب کے سامنے میرے ہاتھ ایک خلعت بھیج دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تب ملا جی کا غصہ فرو ہوا۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے ان کو کچھ بیہودہ کہا ان بزرگ نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ اس کے ایک دہول مار۔ وہ ذرا متامل ہوا فوراً وہ شخص زمین پر گرا اور مر گیا۔ انہوں نے اپنے مرید سے کہا کہ تم نے دیر کی اور اس کا نتیجہ دیکھ لیا اور فرمایا کہ جب اس نے مجھے برا بھلا کہا تو میں نے دیکھا کہ قہر خداوندی اس پر نازل ہوا چاہتا ہے اس لئے میں نے چاہا کہ میں خود ہی اس کو کچھ کہہ لوں تاکہ قہر خداوندی اس پر نہ پڑے لیکن تم نے دیر کی آخر یہ شخص ہلاک ہو گیا اور یہی راز ہے کہ جب حضور ﷺ کے دہن مبارک میں کڑوی دوا ڈالی گئی اور آپ کے منع فرمانے پر بھی لوگوں نے نہیں مانا تو حضور نے ہوش آ جانے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے منہ میں دوا ڈالی ہے ان سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے سوائے عباس رضی اللہ عنہ کے کہ وہ شریک نہ تھے تاکہ مکافات ہو جائے اور یہ لوگ قہر خداوندی میں مبتلا نہ ہوں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں اکثر لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی اکثر حرکات سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور میری تکلیف کی وجہ سے لوگ وبال میں مبتلا ہو جاتے ہیں

اور میں نے ہر چند خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ میری وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ پہونچے لیکن میری یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
بادرد کشاں ہر کہ در افتاد وبرافتاد

(ہم نے اس ادلے بدلے کی دنیا میں بار ہا اس کا تجربہ کیا ہے کہ جہاں کوئی کسی اللہ والے سے بھڑا بس تباہ ہوا) اور

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
تادل صاحب دلے نامد بدرد

(جب کوئی قوم کسی اللہ والے کا دل دکھاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل ورسوا کردیتے ہیں)۔

تو چونکہ بعض کے معاف کرنے سے بھی پورا معاف نہیں ہوتا اس لئے وہاں کچھ کہہ ہی لینا مصلحت ہے۔ غرض مظلوم کو اظہار ظلم کی بدون کسی مصلحت کے بھی اجازت ہے اور اگر وبال کے ٹل جانے یا ہلکا ہوجانے کی نیت ہو تو وہ مستحسن ہے لیکن غیر مظلوم کو مصالح سابقہ کے بغیر اجازت نہ ہوگی۔

جس علم کی فضیلت آئی ہے وہ علم کیا ہے؟

جس علم کی فضیلت آتی ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ قال دراصل قول بود جانتا ہو بلکہ علم ایک نور ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتے ہیں: وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ (اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیدیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے)۔

اور اس نور کے ہوتے ہوئے قلب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

موحد چہ برپائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد زکس ہمین ست بنیاد توحید وبس

(یعنی موحد کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ چاہے اسکے پاؤں پر سونا بکھیر دو چاہے ننگی تلوار اس کے سر پر رکھ دو۔ اس کو نہ کسی سے امید ہوتی ہے نہ کسی کا ڈر۔ صرف معبو دِحقیقی کا ڈر رہوتا ہے اور اسی سے اس کی ساری امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اس کی شان ہوتی ہے اور یہی توحید کی بنیاد ہے)۔

اگر چاروں طرف سے اس کو تلواروں میں گھیر لیا جائے تب بھی اس کے دل پر ہراس نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی سفر میں تھے دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے کے لئے اترے۔ اتفاق سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی کوئی اس وقت قریب نہ تھا۔ آپ نے اپنی تلوار درخت میں لٹکا دی اور درخت کے نیچے سو گئے۔ اس وقت آپ کے ایک دشمن کو خبر ہوئی کہ حضور ﷺ اس وقت تن تنہا ہیں اور فلاں درخت کے نیچے سو رہے ہیں اس لئے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً وہاں آیا۔ آ کر دیکھا تو واقعی حضور ﷺ تن تنہا سو رہے تھے اور تلوار درخت میں لٹک رہی تھی اس نے اول دبے پاؤں آ کر تلوار پر قبضہ کیا۔

اس کے بعد اس کو نہایت آہستگی سے نیام سے نکالا اور آپ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا جب بالکل تیار ہو گیا تو آپ کو بیدار کیا اور پوچھا مَنْ يَّعْصِمُكَ مِنِّيْ. اس وقت آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے اس کی یہ ہیئت دیکھ کر اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں فرمائی اور اس کے سوال کے جواب میں نہایت اطمینان سے فرمایا اللہ یعنی مجھے اللہ بچائے گا۔ بھلا کوئی ایسا کر تو دکھلا دے بدون خدا کے تعلق کے کوئی ایسا نہیں کر سکتا تو علم اس کا نام ہے ورنہ نرے الفاظ تو شیطان بھی خوب جانتا ہے کہ

اس ارشاد کا اثر یہ ہوا کہ وہ لرزنے لگا اور تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی آپ نے فوراً لپک کر تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اب تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا وہ حضور ﷺ کی اس حالت کو دیکھ کر نہایت گھبرایا اور کہنے لگا کہ مجھے آپ ہی بچائیں گے آخر آپ نے اس پر کرم فرمایا اور گستاخ کو معاف فرما کر اس کو چھوڑ دیا تو یہ ہے علم اور اس کا اثر جس کو کہتے ہیں کہ ؎

موحد چہ برپائے ریزی زرش   چہ فولاد ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد زکس   ہمین ست بنیاد توحید وبس

اور راز اس کا یہ ہے کہ علم کامل سے معرفت کامل ہوتی ہے وہ جانتا ہے کہ "عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" (یہ ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو گراں اور ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو)۔

اس لئے گھبراؤ نہیں۔ اور سمجھتا ہے کہ میرے لئے علاج اور کفارۂ سیئات ہو رہا ہے نیز اس میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم خدا کے ہیں اپنے نہیں ان کو اختیار ہے کہ جس حالت کو ہمارے لئے مناسب سمجھیں اس میں ہمیں رکھیں چنانچہ اسی کو ان کے داہنے جانب سے بھی اور ان کے بائیں جانب سے بھی)۔

اور دو سمتوں کو بیان نہیں کیا یعنی فوق اور تحت (اوپر اور نیچے) اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سمتیں محفوظ ہیں لیکن اوپر سے مراد دہلی کے چاندنی چوک کا کوٹھا نہیں بلکہ آسمان مراد ہے لیکن ہر وقت اوپر دیکھنا بہت دشوار تھا اس لئے سب سے اسلم سمت تحت "یعنی نیچے" ہے باقی چار سمتیں قدام خلف یمین شمال "یعنی آگے، پیچھے، دائیں بائیں" ان کی یہ حالت ہے کہ انکی طرف دیکھنے میں اکثر انسان فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی سبب سے بعض اکابر نے یہاں تک کیا ہے کہ شہر کو چھوڑ کر جنگل میں بود وباش اختیار کر لی۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے۔

بزرگے دیدم اندر کو ہسارے　　نشستہ از جہاں در کنج غارے
چرا گفتم بشہر اندر نیائی　　کہ بار بند از دل بر کشائی
بگفت آنجا پر یرویان نغزند　　چوگل بسیار شد پیلاں بلغزند

(ایک بزرگ کو میں نے ایک پہاڑ میں دیکھا کہ دنیا چھوڑ کر ایک غار کے کونے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کبھی شہر میں کیوں نہیں آتے تا کہ کچھ دل کا بوجھ اور اکتاہٹ وغیرہ دور ہو جائے تو انہوں نے فرمایا کہ بھائی! وہاں بہت سے حسین وجمیل لوگ ہیں اور تم جانتے ہی ہو کہ جب کیچڑ بہت زیادہ ہوتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتے ہیں) اسی حالت کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

زاہدانہ داشت تاب جمال پری رُخاں
کنجے گرفت وترس خدا را بہانہ ساخت

(بیچارہ زاہد حسینوں کے حسن وجمال کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اس لئے گوشہ نشیں ہو گیا اور ایک کونے میں جا پڑا لیکن اس نے بہانہ خوف خدا کا بنالیا) بہر حال ایسا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ ان چاروں سمتوں کی جانب دیکھنا بہت کم کر دیا جائے اور اوپر کے، دیکھنے میں گرنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس تجربہ، عقل ونقل سب سے معلوم ہو گیا کہ حفاظت اور امن کی سمت سمت تحت ہے۔

بعض احمقوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ تمام وقت فضولیات ہی میں برباد کرتے ہیں مثلاً اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ جناب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے کوئی اس عقلمند سے پوچھے کہ تجھ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں کیا پڑی تو اپنا معاملہ درست کر۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقدمہ

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے پاس ایک رنگریز آیا کہنے لگا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے مولانا نے فرمایا کہ میاں تم جا کر کپڑے رنگو جب تمہارے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقدمہ آئے گا تو لینے سے انکار کر دینا اور کہہ دینا کہ میں نے اس کی تحقیق کی تھی مجھے کسی نے بتلائی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین

ایک اور صاحب ایک مولوی صاحب کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی بابت دریافت کرنے آئے کہ وہ ایماندار تھے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ تم کو نماز کے فرائض معلوم ہیں یا نہیں، کہنے لگا کہ نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ غضب کی بات کہ نماز جس کا سوال سب سے اول قیامت میں ہوگا اس کے وہ فرائض جن سے دن میں پانچ مرتبہ کام پڑتا ہے۔ اور جن کے معلوم نہ ہونے سے احتمال ہے کہ وہ فوت ہو جائیں تو نماز ہی نہ ہو ان کی تم کو خبر نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان جس کی بابت یقیناً نہ تم سے قیامت میں سوال ہوگا نہ دنیا کا کوئی کام اس علم پر موقوف ہے اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔

☆☆☆

منافقین کا حال اور ان کی مثال

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے کہ: ''اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو کوئی فرق نہیں ہے ان لوگوں میں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بے واسطہ سنا اور پھر نفاق اختیار کیا اور ان لوگوں میں جواب پیدا ہوئے ہیں اور بطور یقین کے شریعت کا حکم جانتے ہیں مگر اس کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ (اور ذرا پرواہ نہیں کرتے)۔ اور تم منافقوں کا نمونہ دیکھنا چاہو تو امراء کی مجالس میں جاؤ اور ان کے مصاحبین کو دیکھ لو کہ کس طرح سے ان کی مرضی کو شارع کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں''۔

دیکھا آپ نے منافقین کا حال اور ان کی مثال۔ اب عام لوگوں کے حالات اس پر منطبق کر لیجئے کہ شارع اور شریعت کے ساتھ ان کا کیا معاملہ ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفاق پر بہت زیادہ کلام فرمایا ہے اپنے وقت کے مجدد تھے اور اس زمانہ میں تو کسی عالم کو دیکھتا نہیں کہ اس پر کچھ کہتا ہو۔

قلب کی چار قسمیں

میرے ایک آدمی نے جو مولوی بھی ہیں مجھ ہی سے سن کر اس سلسلہ کی کوئی بات اپنے یہاں نقل کی۔ ایک اور مولوی صاحب نے سنا تو خفا ہو گئے۔ کہنے لگے کہ

تم مسلمان کو منافق کہتے ہو چونکہ وہ سمجھے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کھول کر وہ حدیث نکال کر ان کے سامنے رکھ دی جس میں آتا ہے کہ قلوب چار طرح کے ہیں۔قلب اجرد، قلب اغلف ،قلب منکوس اور قلب مصفح ۔ قلب اجرد مومن کا قلب ہے۔قلب اغلف : کافر کا قلب ہے۔قلب منکوس، منافق کا قلب۔اور قلب مصفح وہ قلب ہے جس میں ایمان کبھی اپنے تقاضہ پر اس سے عمل کرالیتا ہے اور کبھی نفاق اپنی جانب کھینچ کر ادھر سے ہٹا دیتا ہے۔غرض جس صفت کا غلبہ اس پر ہو جاتا ہے انسان میں وہی صفت راسخ ہو جاتی ہے۔یعنی یا تو مومن کامل ہی بن جاتا ہے یا نہیں تو پھر منافق خالص ہی ہو جاتا ہے۔اس حدیث کو دیکھ کر وہ مولوی صاحب جو اعراض کرتے تھے بالکل دم بخود ہو گئے۔

عالم میں فساد کا اصل سبب

میں تو یہ سمجھ چکا ہوں کہ آج عالم میں اسی کا فساد ہے۔لوگوں کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ درست نہیں ۔دین میں بھی نفاق شامل کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کئے ہوئے ہیں۔پھر جب اللہ تعالیٰ ہی ناراض ہوں تو ظاہر ہے کہ دین و دنیا دونوں ہی کا چین ہم سے رخصت ہو جائے گا۔یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خفا اور ناراض رہیں اور ہم لوگ آرام سے رہ لیں گھر والا جب ناراض ہوتا ہے تو سب سے پہلے یہی کہتا ہے کہ ہمارے گھر سے نکل جاؤ۔تو اللہ تعالیٰ ہلاک عام میں بھی مبتلا کر دیتے ہیں۔یوں اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والے ہیں۔خود فرماتے ہیں: وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ (اور اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ معاف فرما دیتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ''. یعنی اے اللہ آپ بہت معاف فرمانے والے ہیں کریم ہیں یعنی سزا نہیں دیتے اس لئے مجھے معاف کر دیجئے۔''

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عفوودرگزر کے واقعات

حضرت بارہا ہم لوگوں کو یہ واقعہ سناتے تھے۔ یہ تو معلوم نہیں کیوں سناتے تھے بہر حال اسے اکثر سنایا ہے کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوا۔ ان کا نام قاضی یحیٰ ابن اکثم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ بخاری کے شیخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی۔ سوال ہوگیا کہ اے بڈھے بتا تو نے یہ کام کیوں کیا۔ وہ حیرت میں پڑ گئے۔ اور خاموش کھڑے رہے۔ پھر سوال ہوا کہ بولتا کیوں نہیں۔ جب اصرار زیادہ ہوا تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھ کو ایک حدیث پہنچی تھی اور اب اس وقت اپنے ساتھ معاملہ اس کے برخلاف دیکھ رہا ہوں اسلئے اب اس فکر میں پڑ گیا ہوں کہ حدیث کا متن صحیح نہیں ہے یا سند غلط ہوگئی ہے۔ فرمایا کون سی حدیث ہے۔ عرض کیا وہ حدیث یہ ہے پھر پوری سند پڑھ کر یہ حدیث پڑھی کہ اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے اور راوی بھی سب سچے ہیں۔ "جاؤ تمہیں اسی بات پر بخش دیا۔

اسی طرح سے ایک اور واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص نے اسی حدیث کو سن کر مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میری داڑھی میں آٹا چھڑک دیا جائے تا کہ سفید معلوم ہو۔ مرنے کے بعد حق تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی۔

ارشاد ہوا کہ یہ کیا مسخرا پن ہے۔ عرض کیا کہ پروردگار، مالک کل مختار! مسخر پن نہیں ہے بلکہ آپ کے عذاب کے خوف سے ایسا کیا۔ سنا تھا کہ آپ کو بوڑھے مسلمان سے حیا آتی ہے اور میں بوڑھا نہیں تھا اور نہ بوڑھا ہونا اپنے اختیار میں تھا، اس لئے میں نے ایسا کیا اور صورت شکل ہی بوڑھوں کی سی بنالی۔ فرمایا کہ اچھا جاؤ تمہیں بخش دیا۔ تمہاری یہ ادا پسند ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے بیڑا پار ہوگا

بہرحال اللہ تعالیٰ کے عفو وکرم سے ہی بیڑا پار ہوگا، زاہد کا بھی، گنہگار کا بھی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت میں گنہگار پہلے تو اپنے گناہوں کو چھپائے گا لیکن جب یہ دیکھے گا کہ گناہوں پر اجر وثواب مل رہا ہے تو پھر اپنے گناہوں کو ظاہر کرنا شروع کردے گا۔ کہے گا کہ میں نے یہ بھی گناہ کیا ہے یہ بھی کیا ہے۔ یہ سب صحیح باتیں ہیں وہاں چلو گے تو دیکھ لوگے۔ کسی نے خوب کہا۔ ؎

وہ کرشمے شان رحمت نے دکھائے روز حشر
چیخ اٹھا ہر بے گنہ میں بھی گنہ گاروں میں ہوں

رونے والی آنکھ دوزخ پر حرام ہے

ہمارے یہاں ایک بوڑھے آدمی تھے۔ والد صاحب سے بھی عمر میں زیادہ تھے۔ یہ مشہور تھا کہ جھوٹ بہت بولتے ہیں لیکن یہ بھی مشہور تھا کہ رات کو روتے بھی بہت ہیں آخرت کے عذاب کے خوف سے۔ تو دیکھئے اپنے اسی ایک فعل سے وہ بازی مار لے گئے اس لئے کہ حدث شریف میں آتا ہے کہ رونے والی آنکھ پر دوزخ حرام ہے۔ میں اس وقت آپ سے کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اگر بشریت کی بنا پر انسان سے گناہ ہوجائے تو کم از کم ایمان کی وجہ سے اس کے اندر خدا کا خوف بھی ہونا چاہئے۔ یہ جس نفاق کو ابھی پہلے بیان کیا ہے کہ نفس خطایا میں فنا ہو جاتا ہے یہ بہت سخت چیز ہے۔ مومن کا ایمان اس خصلت سے اباء (اور انکار) کرتا ہے یعنی ایمان میں اور اس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ باقی نفاق سے تخویف اس لئے کی جاتی ہے تا کہ لوگ دل میں تصدیق پیدا کرلیں۔ آدمی کا ظاہر اچھا ہو اور باطن خراب ہو یہ بہت برا حال ہے۔ ؎

تن اجلا من میلا بگلا کا سا بھیس
اس سے تو کاگا بھلا کہ بھیتر باہر ایک

یعنی زاہد غرور کی وجہ سے راستہ سلامتی سے نہ طے کرسکا اور رند نیاز کے راستہ سے دارالسلام اور جنت تک پہنچ گیا۔

کام کی ضرورت

اب اس دور میں کام کرنے کی بہت ضرورت ہے کیونکہ دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں نے کروٹ لی ہے یعنی دین کو اچھا اور ضروری سمجھ رہے ہیں اور ہر طبقہ کا یہی حال دیکھ رہا ہوں لیکن بات یہ ہے کہ بدون استاد کے کوئی چیز حاصل ہی نہیں ہوسکتی اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

طریق کار

پس قوم نے کروٹ تو لی ہے مگر ابھی استاد کی ضرورت ہے اور طریق کار کا علم ہونا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ انسان اپنی حقیقت کو پہنچانے اور نفس اور نفسیات کی معرفت حاصل کرے بس پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ تک پہنچنا بہت آسان ہے۔

یاد آ گیا تو کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لو گے تو بہت کچھ ملے گا۔ حضرت گوشت وغیرہ کو ترک کرے گا تو بلا شبہ حرام ہوگا لیکن ان حضرات نے ایسا نہیں کیا بلکہ محض علاج کے طور پر ترک کیا ہے بخلاف اس وقت کے جہلاء کے کہ اس کو دین او رعبادت اور ذریعہ قرب سمجھ کر کرتے ہیں۔

بہر حال نفس کو راحت پہونچانا اور اس کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے شریعت مطہرہ نے ہر چیز کی ایک حد مقرر کردی ہے۔

صحابی کا مقدمہ

حضرت ابودرداء صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ رات کو بہت جاگتے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کو روکا آخر مقدمہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان سچ کہتے ہیں اور یہ ارشاد فرمایا: اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا. الخ۔

عالم کی صحبت کا اثر

مجھے ایک جاہل فقیر کی حکایت یاد آئی وہ یہ کہ ایک عالم کے صاحبزادے گھر سے خفا ہو کر چلے گئے ایک مقام پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ یہاں پہاڑ پر ایک فقیر رہتا ہے ان کو چونکہ دین سے مناسبت خاندانی تھی اس لئے ان کو اس فقیر سے ملنے کا شوق ہوا وہاں جا کر دیکھا کہ ایک شخص ہے جس نے ایک آنکھ پر پٹی باندھ رکھی ہے اور ناک کی ایک سونت نجاست بھری بتّی سے بند کر رکھا ہے انہوں نے اس حرکت کا سبب پوچھا تو اس فقیر نے کہا کہ ناک میں پاخانہ کی بتی تو اس لئے دی ہے کہ یہاں پھولوں کے درخت بہت ہیں ہر وقت خوشبو سے دماغ معطر رہتا ہے اور اس سے نفس پھولتا ہے تو میں نے نفس کا علاج کرنے کے لئے ایک طرف ناک میں نجاست کی بتی دے رکھی ہے تاکہ اس کی تکلیف سے نفس محفوظ نہ ہونے پائے اور آنکھ پر پٹی اس واسطے باندھی ہے کہ کام تو ایک آنکھ سے بھی چل جاتا ہے پھر بلا ضرورت دوسری آنکھ کیوں خرچ کیا جائے۔ یہ سن کر مسافر نے کہا کہ فقیر صاحب میں خود تو عالم نہیں ہوں لیکن عالموں کی صحبت میں رہا ہوں۔ ان سے جو کچھ سنا ہے اس کی بناء پر کہتا ہوں کہ نہ تو آپ کا وضو ہوتا ہے اور نہ نماز ہوتی ہے کیونکہ ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہے وہ جگہ ہمیشہ خشک رہتی ہوگی یہ مانع وضو ہے لہٰذا آج تک کی نمازیں

آپ کی سب برباد ہوئیں چونکہ وہ فقیر باعتبار نیت کے طالب حق تھا صرف جہل سے مبتلا ہو گیا تھا اس کو سن کر بہت رویا اور توبہ کی۔ واقعی جہل بھی بری چیز ہے۔

جاہل عابد کی حالت

ہمارے تھانہ بھون کا واقعہ ہے کہ یہاں ایک فقیر رہتا تھا بالکل جاہل اور محلے کے اکثر لوگ اس کے معتقد تھے حتی کہ ہمارے نانا صاحب بھی چونکہ صلحاء فقراء سے ان کو خاص تعلق تھا وہ بھی معتقد تھے محلّہ بھر میں صرف ایک شخص تھا کہ وہ اس فقیر کا معتقد نہ تھا اور یہی کہتا تھا کہ جاہل آدمی کی کیا فقیری، اس حرکت پر تمام اہل محلّہ ان کو ملامت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اس شخص کو شرارت سوجھی کہ اخیر شب میں وہ تہجد کے وقت کسی ذریعہ سے اس فقیر کے مکان کی چھت پر جا بیٹھا۔ اور جب وہ تہجد پڑھنے کے لئے گیا تو نہایت دھیمی اور سریلی آواز میں اس کا نام لے کر پکارا اس نے اپنا نام سن کر پوچھا کہ کون پکارتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ہوں اخی جبرئیل۔ جبرئیل کا نام سن کر وہ نہایت غور سے متوجہ ہوا۔ اَلْجَاهِلُ اِذَا صَلَّى يَوْمَيْنِ اِنْتَظَرَ الْوَحِيُ. (جاہل دو دن نماز پڑھ کر اپنی کم عقلی کی وجہ سے) وحی کا منتظر ہو جاتا ہے۔

اور کہا کیا ارشاد ہے اس نے جواب دیا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے تجھے سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اب تو بہت بوڑھا ہو گیا ہم کو تیری کبڑی کمر دیکھ کر شرم آتی ہے اسلئے ہم نے اب تجھ سے نماز معاف کردی یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے آئے۔

اس فقیر نے جو اخی جبرئیل کی زبان سے پروانہ معافی سنا تو پھر کیا تھا وضو کا لوٹا رکھا اور سو گئے اب تہجد بھی غائب صبح بھی، ظہر بھی، معتقدین نے جو دیکھا کہ بڑے میاں کئی وقت سے مسجد میں نہیں آئے تو بعضوں کو فکر ہوئی ادھر ادھر تذکرہ شروع ہوا تو آخر گھر پہونچے تو دیکھا کہ اندر سے زنجیر بند ہے آوازیں دیں تو جواب ندارد آخر

بڑی مشکل سے دروازہ کھولا بڑے میاں سے نماز میں نہ آنے کا سبب پوچھا تو اول تو مارے نخوت کے آپ نے کچھ جواب ہی نہ دیا لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے کہا میرے پاس اخی جبرئیل آئے تھے وہ فرما گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے نماز معاف کردی یہ سن کر وہ شخص جو غیر معتقد تھا اور جس نے یہ حرکت کی تھی بہت ہنسا لوگوں کو اس کے ہنسنے سے شبہ ہوا کہ اسی نے یہ حرکت کی ہے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ دیکھ لیجئے آپ ان کو فقیر اور بزرگ بتلاتے ہیں حقیقت میں جاہل کی فقیری کیا اور جب وہ فقیر نہیں ہوسکتا تو پیر اور مقتدا تو بدرجہ اولیٰ نہیں ہوسکتا۔

جاہل فقیر کی تفسیر

ایک اور جاہل فقیر یہیں تھانہ بھون میں تھے ایک مرتبہ انہوں نے تفسیر فرمائی تھی: وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی. (اے نفس تیری یہی سجا (سزا) ہے صاحبو سب جہل کے کرشمے ہیں اور یہ نامعقول پیٹ اس قسم کی کرتوتیں کراتا ہے۔ زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ لوگوں کو اسکی تمیز ہی نہیں رہی کہ یہ واقع میں فقیر ہے یا مکار ہے اور بعض بعض مقامات کی تو یہ حالت ہے کہ وہاں فساق فجار تک کے لوگ معتقد ہوجاتے ہیں۔

مرید کا عقیدۂ جہل

چنانچہ ایک شہر کی نسبت ایک ثقہ سے سنا ہے کہ ایک ایسے ہی نامعقول پیر کے پاس ان کا مرید بیٹھا ہے اور اسکی بیوی بھی بیٹھی ہے اور حضرت پیر صاحب اس کا منہ چوم رہے ہیں اور مرید صاحب اس پر خوش ہیں اور بیوی سے ہنس ہنس کر فرمارہے ہیں کہ اب تمہارا منہ بڑے رتبے کا ہوگیا اب ہماری کیا مجال کہ ہم اس میں تصرف کریں میرے ایک خاندانی بزرگ اس شہر کی نسبت کہتے تھے کہ وہاں کے فقیر تو

دوزخی اور امیر جنتی ہیں کیونکہ امراء تو فقراء سے ان کو اہل اللہ سمجھ کر تعلق رکھتے ہیں اور فقراء ان سے دنیا حاصل کرنے کے لئے تعلق رکھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ امیروں کو بھی جنتی کہنا مشکل ہے کیونکہ جو شخص اتنا جاہل ہو کہ فاسق اور صالح میں تمیز اس کو نہ ہو سکے وہ کیا جنتی ہونے کا کام کرے گا۔ بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ پیر کے فعلوں سے کیا کام؟ اس کی تعلیم سے کام، تو میں کہتا ہوں کہ شیطان کے مرید کیوں نہیں ہو جاتے۔ اس لئے کہ اس سے بڑا عالم اور واقف تو کوئی فقیر بھی نہ ملے گا۔ یہ تو عالموں سے بھی بڑا عالم ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ یہ عالموں کو بھی علوم میں بہکا لیتا ہے اور کسی دوسرے کو کسی خاص امر میں وہی بہکا سکتا ہے جو اس سے زیادہ اس امر میں مہارت رکھتا ہو غرض جاہل کی پیری کچھ بھی نہیں۔ ؎

سر انجام جاہل جہنم بود

کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

(جاہل کا انجام اکثر جہنم ہوتا ہے کیونکہ جاہل سے نیک انجام کم ہی ہوتا ہے)

تو جب یہ حضرات اپنے کو ایسا کہیں تو ہم کو کیا حق ہے کہ ہم اپنے کو جنید وقت سمجھیں اور اگر جنید ہی سمجھیں تب بھی اپنے کو گناہگار سمجھنا چاہئے کیونکہ جنید تو اپنے کو بہت بڑا گنہگار سمجھتے تھے مگر ہمارا تقویٰ کچھ ایسا فولادی ہے کہ فسق و فجور سے بھی نہیں جاتا کچھ بھی کریں مگر پھر بزرگ کے بزرگ، ہمارے تقویٰ کی وہی حالت ہے کہ جیسے بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ وہ کسی طرح ٹوٹتا ہی نہ تھا۔

ہم لوگوں کے تقوے کی حالت

بی بی تمیزہ کا ایک قصہ مثنوی میں لکھا ہے کہ یہ ایک عورت فاحشہ تھی کسی بزرگ نے اس کو نصیحت کی اور نماز پڑھنے کی تاکید کی اور وضو بھی کرا دیا اس نے نماز شروع

کردی ایک مدت کے بعد جوان بزرگ کا وہاں گزر ہوا تو بی بی تمیزہ بھی ملیں انہوں نے پوچھا کہ بی بی نماز بھی پڑھا کرتی ہو کہنے لگی جی ہاں پڑھتی ہوں انہوں نے کہا وضو بھی کرتی ہو کہنے لگی کہ آپ نے اس روز کرا نہیں دیا تھا۔ صاحب مثنوی نے اس قصہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ہم لوگوں کا تقویٰ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ نہ وہ زنا سے ٹوٹتا ہے نہ اور کسی فعل سے۔ اسی طرح ہم لوگ اپنے ایسے معتقد ہیں کہ کوئی عیب ہی نہیں نظر آتا۔ البتہ دوسرے پر طعن کرنے میں خوب پختہ ہیں۔

دنیا کے رنج وکلفت اور عیش ونعمت کی مثال

فرض کیجئے کہ ایک شخص نے حالت خواب میں یہ دیکھا کہ مجھے خوب پیٹا جا رہا ہے اور مجھے چاروں طرف سے سانپ بچھو ڈس رہے ہیں لیکن بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ تخت شاہی پر آرام کرتا ہے۔ کوئی مور چھل جھل رہا ہے کوئی عطر لا رہا ہے کوئی پان لا رہا ہے چاروں طرف لوگ دست بستہ کھڑے ہیں تو کیا اس کے دل پر اس خواب کا کوئی اثر باقی رہے گا ہرگز نہیں بلکہ اگر وہ خواب از خود یاد بھی آجاوے گا تو طبیعت اس کو بھلا دے گی اور اس کے برعکس ایک شخص نے خواب دیکھا کہ میں تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوں اور تمام لوگ میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں لوگ اپنی حاجتیں میرے سامنے پیش کرتے ہیں اور میں ان کو پورا کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آنکھ جو کھلی تو دیکھا کہ ایک شخص سر پر جوتیاں مار رہا ہے اور بہت سے سانپ بدن کو لپٹے ہوئے ہیں اور ایک کتا منہ میں موت رہا ہے کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بیداری کی اس مصیبت کے بعد بھی خواب کی کسی قسم کی مسرت اس کے دل پر رہ سکتی ہے۔ کبھی نہیں پس دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ خواب کی مثال بیداری کے مقابلہ میں۔

کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانہ گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانۂ
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل دروے بہ بست گفت یا غولیست یا دبویست یا دیوانۂ

(میں نے ایک عقلمند سے دنیا کی حالت دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ دنیا ایک خواب ہے یا گزر جانے والی ایک ہوا ہے یا پھر ایک افسانہ ہے میں نے پھر پوچھا کہ اچھا تو اس شخص کا حال بتائیے جو اس دنیا میں دل لگالیتا ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ غول بیابانی ہے یا بھوت اور دیو ہے یا پھر سڑی پاگل ہے اسی مضمون کو کسی نے اردو میں یوں ادا کیا ہے۔ ؎

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

تو واقعی دنیا کی مثال خواب ہی کی سی ہے کہ دنیا میں عمر بھر عیش کیا اور مرنے کے بعد پکڑ گیا تو وہ عیش کیا کام آئے گا۔

ایک مہمل سی بات، خواب کی

دنیا کی محبت پر مجھے ایک حکایت یاد آئی ہے تو مہمل سی لیکن منطبق خوب ہے ایک شخص کی عادت تھی کہ وہ روزانہ سوتے میں بستر پر پیشاب کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کو دھوتی تھی ایک روز بیوی نے کہا کہ کمبخت میں تو پیشاب دھوتے دھوتے پریشان ہوگئی آخر تجھ پر کیا شامت سوار ہوتی ہے، کہنے لگا کہ میں روزانہ خواب میں یہ دیکھتا ہوں کہ شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ چل تجھے سیر کرالاؤں۔ جب میں چلنے پر آمادہ ہوتا ہوں تو کہتا ہے کہ پہلے پیشاب تو کرلو میں سمجھتا ہوں کہ پیشاب خانہ میں پیشاب کررہا ہوں حالانکہ وہ بستر ہوتا ہے بیوی نے یہ خواب سن کر کہا کہ ہم لوگ

غریب ہیں شیطان تو جنات کا بادشاہ ہے اس سے کہنا کہ ہمارے لئے کہیں سے روپیہ لائے چنانچہ شوہر نے کہنے کا وعدہ کیا رات کو جب سویا تو شیطان پھر خواب میں آتا ہے اس نے شیطان سے کہا کہ یار ہم خالی خولی نہیں چلتے کہیں سے کچھ روپیہ دلواؤ شیطان نے کہا کہ یہ کیا مشکل ہے تم میرے ساتھ چلو جس قدر کہو گے ملے گا۔ اس نے ایک بادشاہ کے خزانہ کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا اور ایک گٹھری میں بہت سا روپیہ بھر کر اس کے کندھے پر رکھ دیا اس میں اس قدر بوجھ تھا کہ مارے بوجھ کے اس کا پائخانہ نکل پڑا جب صبح ہوئی تو بستر پر پاخانہ دھرا ہوا ہے بیوی نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ شیطان نے روپیوں کے اس قدر توڑے میرے کندھے پر رکھ دیئے کہ بوجھ کے مارے پاخانہ خطا ہو گیا وہ کہنے لگی میاں تم پیشاب ہی کر لیا کرو ہمیں روپیوں کی ضرورت نہیں خدا کے لئے ہگا تو نہ کرو تو یہ حکایت ہے تو مہمل سی لیکن اگر غور کیجئے تو یہ ہماری حالت پر بالکل منطبق ہے کہ ہم بھی مثل اس شخص کے اس وقت خواب میں ہیں لیکن جس وقت آنکھ کھلے گی جس کو موت کہتے ہیں اس وقت معلوم ہوگا کہ وہ سب خیال تھا بس اس وقت ہم اپنے گناہوں کی نجاست میں لت پت ہوں گے نہ روپیہ ہمارے پاس ہوگا نہ کوئی یار و مددگار ہوگا بالکل جریدہ وتنہا ہوں گے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: " وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَکْتُمْ مَا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَاءَ ظُهُوْرِکُمْ". "اور تم آئے ہمارے پاس ایک ایک، جیسے ہم نے بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے)

اور اگر بالفرض روپیہ ہوتا بھی تو تب بھی کچھ کام نہ آتا چنانچہ دوسری آیت میں فرماتے ہیں: " وَلَوْ اَنَّ لَهُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ". "یعنی قیامت کے دن اگر دنیا ساری ایک شخص کو مل جائے اور

وہ فدیہ میں دینا چاہے تو اس سے قبول نہ کی جائے گی‘‘۔ تو یہاں چندروز عیش کر کے اگر یہ انجام ہوا تو وہ عیش بھی کلفت ہے اور اگر یہاں چندروز تکلیف اٹھا کر ابدالآباد کی نعمت حاصل ہوگئی تو یہ کلفت بھی راحت ہے۔

شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی صابر بیوی

حضرت سیدنا شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جب متصل کئی کئی دن تک فاقہ ہوتا تو بیوی کہتیں کہ حضرت اب تو صبر نہیں ہوسکتا آپ فرماتے کہ ہمارے لئے جنت میں کھانے تیار ہورہے ہیں ذرا اور صبر کرو۔ انشاء اللہ اب بہت جلد اس نعمت سے مالا مال ہوں گے اللہ اکبر بیوی بھی ایسی شاکر وصابر کہ جنت کے ادھار پر رضا مند ہوکر خاموش ہوجاتیں۔ ایک اور بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کو ایک بادشاہ نے لکھا کہ آپ پر بہت تنگی ہے بہتر ہو کہ آپ میرے پاس چلے آئیں اور یہاں رہیں، آپ نے جواب میں ایک قطعہ لکھ بھیجا جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

خوردن تو مرغ مسمن ومے   بہتر از ونانک جوین ما
پوشش تو اطلس ودیبا حریر   بخیہ زدہ خرقۂ پشمین ما
نیک ہمیں ست کہ بس بگذرد   راحت تو محنت دوشین ما
باش کہ تاطبل قیامت زنند   آن تو نیک آید ویا این ما

یعنی تمہاری غذا مرغ فربہ اور شراب خالص ہے لیکن ہماری جو کی معمولی روٹی اس سے کہیں بہتر ہے تمہاری پوشاک اطلس وکمخواب۔ حریر ودیبا کی ہے ہمارا خرقہ پشمینہ کا اور معمولی بالوں کا گھٹیا سلائی والا۔ لیکن آخر تمہارا یہ عیش وعشرت اور ہماری یہ گذشتہ شب کی عسرت ومشقت دونوں ہی گذر جائیں گی۔ اسلئے ذرا صبر کرو اور قیامت کا نقارہ بجانے دو پھر تم خود ہی دیکھ لینا کہ تمہاری یہ عیش وعشرت بہتر ہے یا اخروی؟

شیخ مدین رضی اللہ عنہ کی کرامت

سیدی شیخ مدین رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان کی خانقاہ کا منارہ تعمیر کے فارغ ہونے کے ساتھ ہی جھک گیا حکام نے معمار کو کچھ سزا دینے کا ارادہ کیا تو شیخ (مدین) رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور اپنی کمر منارہ سے لگادی وہ فوراً سیدھا ہوکر اپنی بنیاد پر جم گیا اور کچھ بھی جھکاؤ نہ رہا۔ اور ان کے ایک مرید کو یہ واقعہ پیش آیا کہ دریائے نیل کے چڑھاؤ کے وقت اس کی ایک تھیلی دراہم کی گر پڑی اس نے آکر شیخ کو اطلاع دی شیخ نے فوراً اپنی جانماز کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال دی جس میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ نیز ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت کے ایک مرید کی بیٹی کو بلاد فارس کے جنگل میں چھیڑنا شروع کیا۔ (اور اسکو پکڑنا چاہا) شیخ اس وقت مصر میں پاخانہ کے اندر تھے۔ وہ لڑکی اس (بدنیت) شخص کے دفع کرنے اور ہٹانے سے عاجز ہوگئی۔ تو شیخ نے (مصر ہی سے) اپنی ایک کھڑاؤں پھینک کر اس شخص کے ماری جو اس کی گردن میں آکر (زور سے) لگی اور وہ فوراً بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ لڑکی نے وہ کھڑاؤں اٹھالی اور اپنے باپ کے پاس لے کر آئی اس نے پہچان لیا کہ یہ تو شیخ (مدین رضی اللہ عنہ) کی کھڑاؤں ہے، پھر جب وہ مصر آیا تو اس کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ اور اس کے سوا بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔

بعض بزرگوں کے حالات

اور بزرگان شاذلیہ میں بعض اقطاب کی حالت و کرامات مشہور ہیں تو ان جیسوں کو اختیار ہے کہ جیسا لباس چاہیں پہنیں ان کو کچھ ضرر نہ ہوگا مگر جس ناقص شیخ کے (دل میں) ایک کمزور سی بتی چمک رہی ہے اس کو تو ذرا سی ہوا بھی بجھا دے گی (اس کو ان حضرات کی ریس نہ کرنا چاہئے) خوب سمجھ لو۔

اور اس کا خیال رکھو کہ جو کوئی اپنے کو قوی کہے اور یہ دعویٰ کرے کہ مجھے ایسی چیزیں ضرر نہیں کرتیں اس پر اعتراض کرنا مناسب نہیں، بلکہ اس کی حالت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حوالے کرو، کیونکہ اعتراض جائز نہیں اور یہ سمجھنا کہ اس شخص کے اندر اس لباس سے ناجائز کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں (بدگمانی ہے کیونکہ) یہ امر باطنی ہے جس کا ہم کو علم نہیں اس لئے تسلیم ہی اسلم ہے، اعتراض تو اس شخص پر ہوسکتا ہے جو محرمات ظاہرہ کا مرتکب ہو۔

اور اس دعوے کے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص ایسے لوگوں کے سامنے جو اس کے معتقد نہیں ہیں خراب وخستہ لباس پہن کر چلا جاوے تو اس کے نفس میں کسی قسم کی پریشانی اور خجلت نہ ہو۔ اور اگر اس سے پریشانی اور خجلت ہوئی تو یہ اس کی دلیل ہوگی کہ اس میں ہوائے نفس باقی ہے اور یہ شخص قیمتی لباس محض ہوائے نفس سے پہنتا ہے نہ کسی اور وجہ سے باقی معتقدوں کے سامنے خراب وخستہ لباس پہن کر آجانا اور اس سے پریشانی نہ ہونا قوت کی دلیل نہیں کیونکہ اس میں پریشانی کی کوئی وجہ نہیں وہ جانتا ہے کہ ان کا تو اس سے اور اعتقاد بڑھے گا اور وہ سمجھیں گے کہ اس وقت شیخ پر کوئی خاص حالت ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیوی ایسی حالت نصیب نہ ہو جس کی وجہ سے لوگ اس کی تعظیم کریں اس کا عمدہ (اور قیمتی) لباس پہننا مذموم نہیں کیونکہ ایسا نہ کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس کو حقیر سمجھے اور تحقیر مسلم کی وجہ سے گناہ میں گرفتار ہو اور یہ بلا آج کل درویشوں میں بھی عموماً موجود ہے کیونکہ ان میں زیادہ وہ ہیں جن کے باطن میں نور نہیں جس سے کامل وناقص میں تفریق کرسکیں پس وہ بھی اچھے لباس والے ہی کی تعظیم کرتے ہیں اور خراب لباس والے کی پرواہ بھی نہیں کرتے اگرچہ وہ اولیاء (کاملین) ہی میں سے ہوں۔

جب درویشوں کی یہ حالت ہے تو دنیاداروں کا تو کیا پوچھنا اور جس کو ایسی حالت حاصل ہو جس سے لوگوں کی نظر میں معظم ہو گیا ہو جیسے صلاح وزہد وغیرہ (اس کو قیمتی لباس پہننے کی ضرورت نہیں، کیونکہ گھٹیا لباس کی وجہ سے کوئی اس کی تحقیر نہ کرے گا) لوگ پہلے سے زیادہ معتقد ہوں گے (تو یہ شخص عمدہ لباس سنبھل کر پہنے کیونکہ اس کو کوئی شرعی ضرورت تو ہے نہیں ممکن ہے کہ ہوائے نفس اس کا منشاء ہو سو جب تک پورا اطمینان نہ ہو جائے کہ نفس اور ہوائے نفس کو اس میں دخل نہیں بلکہ محض ''اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَال'' (اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں) اور حدیث: ''لِیُرَ عَلَیْکَ'' (نعمت الٰہی کے آثار تم پر نظر آنے چاہئیں) ''کا امتثال مقصود ہے اس وقت تک عمدہ قیمتی لباس نہ پہنے'' اس کو خوب سمجھ لو خدا تم کو ہدایت کرے۔ وھو یتولی الصالحین. (وصیۃ العرفان، مارچ ۲۰۱۰ء)

☆☆☆

جواحسان کرے اس سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرے

حکیم الامت ارشاد فرماتے ہیں کہ درویش کی ایک شان یہ ہے کہ جوکوئی اس پراحسان کرے اس سے محض اللہ کی وجہ سے محبت کرے اس کے اس احسان کی وجہ سے محبت نہ کرے اور اس کا ادراک بدون ذوق کے نہیں ہوسکتا اس میں امتیاز کرنا بہت دشوار ہے(کہ یہ محبت اللہ کی وجہ سے ہے یا احسان کی وجہ سے) خصوصاً جب کہ محسن کی محبت قلوب میں فطری طور پر پیدا کی گئی ہے۔خوب سمجھ لو۔

ایک ادنیٰ پہچان

حب للہ اور حب الاحسان کی یہ ہے کہ جس شخص سے اللہ واسطے محبت ہوتی ہے وہ اسی وقت تک رہتی ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں لگا ہوا ہے اور اگر وہ کسی وقت معاصی میں مبتلا ہوجائے تو معاً وہ محبت سابقہ باقی نہیں رہتی گوجلدی سے قطع تعلق بھی نہ کرنا چاہئے بلکہ حق دوستی ادا کرنے کے لئے دوست کواس حالت سے نکالنے کی کوشش کرنا چاہئے مگراس کی حالت کے بدلتے ہی تمہاری محبت کا رنگ

بھی اگر بدل جائے تو سمجھ لو کہ واقعی یہ محبت اللہ کے واسطے تھی اور اگر اس کی حالت بدلنے پر بھی تمہاری محبت کا رنگ نہ بدلے تو یہ اس کی علامت ہے کہ تمہاری محبت محض احسان کی وجہ سے تھی اللہ واسطے نہ تھی۔

مشائخ کے سامنے وقار وسکون پیدا نہ کرے

اور درویش کی یہ شان ہے کہ جن مشائخ کا یہ معتقد ہے اور ان سے شرم وحیا کرتا ہے جب ان کی زیارت کو جاوے تو ان کے سامنے اپنی روزمرہ کی حالت سے زیادہ وقار وسکون اور سر جھکا کر بیٹھنا اختیار نہ کرے کیونکہ وہ شیخ جس کی زیارت کو یہ گیا ہے اگر وہ واقعی درویش ہے تو باطن کو دیکھے گا اعضاء ظاہرہ کو نہ دیکھے گا۔ ''اَلْمُوْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ'' مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے''۔(اس لئے تمہارے اس کے سامنے بن سنور کر بیٹھنا فضول ہے اگر تمہارے باطن میں کچھ نہیں ہے تو اس ظاہری بناوٹ کی وہ ذرا قدر نہ کرے گا) اور اگر وہ دنیا داروں میں سے ہے تو اسکی زیارت کرنیوالا خدا کے غضب سے ڈرتا رہے کہ اس دنیا دار شیخ کے ساتھ (ظاہری تعظیم اور) دکھلاوے کا برتاؤ کر کے کہیں خدا کا غضب نہ اس پر نازل ہو۔

اخلاص کی علامات

اور فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص میرے پاس آئے اور میں اس کی وجہ سے اپنی داڑھی ہاتھ سے درست کرنے لگوں تو مجھے اس سے بھی یہ اندیشہ ہوگا کہ کہیں میں خدا تعالیٰ کے یہاں منافقوں کے دفتر میں نہ لکھا جاؤں۔ خوب سمجھ لو۔ اسی قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ اگر درویش کے پاس کوئی معتقد یا مرید ایسے وقت میں آئے کہ کسی ایسے کام میں مشغول ہے جو شان بزرگی کے خلاف ہے تو اس سے اسی حالت میں ملے۔ مثلاً مرید یا معتقد اس کے پاس ایسے وقت آیا جب

کہ یہ مذاق کررہا یا بہت ہنس رہا تھا تو اس کو چاہئے کہ آنے والے کی وجہ سے اپنی حالت کو نہ بدلے بلکہ بدستور ہنسی مذاق کرتا رہے جیسا کہ پہلے سے کررہا تھا یا اگر وہ نہ آتا تو ہنسی مذاق شروع کرتا تو اب اس کے آنے کے بعد بھی اس کو ایسا ہی کرنا چاہئے ، کیونکہ اس میں نفس بد کی عزت وناموس پاش پاش ہوتی ہے اور یہ اس سے آسان ہے کہ ہنسی مذاق چھوڑ کر بن سنور کر بیٹھو اور ریا کاری اور نفاق میں مبتلا ہو۔

اسی لئے شارع نے ہاتھ سے کام کرکے کھانے کی رغبت دلائی ہے اور عارفین رضی اللہ عنہم بھی ہمیشہ اس کی رغبت دیتے ، اور حتی الامکان دوسروں کا مال کھانے سے احتراز کی تاکید کرتے رہے ہیں۔

اور میرے دادا علی شعراوی رضی اللہ عنہٗ اہل ورع میں سے تھے یہاں تک کہ وہ بھینس کا دودھ بھی نہ پیتے تھے کیونکہ وہ اکثر اپنے مالک ہی کا مال کھانے پر اکتفا نہیں کرتی اسی طرح ان کبوتروں کا گوشت بھی نہ کھاتے تھے جو لوگوں کے کھیتوں سے دانہ چگ لیتے ہیں اور جب وہ آٹا پیسا کرتے تو (نیچے کے) پاٹ کو اٹھا کر آٹے اچھی طرح صاف کرلیا کرتے جو اکثر اس میں لگا رہتا ہے اور اس کے بعد اسے دھویا کرتے پھر آٹا پیستے تھے اور آخر میں وہ شہد کھانے سے بھی توقف کرنے لگتے تھے کیونکہ شہد کی مکھی لوگوں کے مملوکہ پھولوں کو چوستی ہے۔

اور ایک شخص امام حسن بصری رضی اللہ عنہٗ کے پاس ورع (وتقویٰ) سیکھنے کے لئے آیا تو انہوں نے فرمایا کہ بھائی میں اس قابل نہیں ہوں کہ مجھ سے ورع سیکھا جائے کیونکہ میں نے سلاطین کے مال کھائے ہیں (جو شبہ سے خالی نہیں) لیکن تم کوفہ کے فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ جو اپنے کھیت میں رہتا ہے اور اس کے پاس کچھ گائے بیل بھی ہیں جن کو اسی کھیت میں چراتا ہے اور وہیں ان کے پانی پینے کے لئے کنواں بنا رکھا ہے اور کھانے کے لئے بھوسہ جمع کررکھا ہے۔

یہ شخص کوفہ پہنچا تو ان بزرگ کو اسی حالت پر پایا جو حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا (میرے پاس آنے سے) کیا مقصود ہے؟ کہا میں آپ سے ورع (اور تقویٰ) سیکھنے آیا ہوں۔ پوچھا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ کہا حسن بصری نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے بھائی حسن کی مغفرت فرمائے اور ان کو میری پہلی حالت معلوم ہے مگر اب وہ حالت بدل گئی۔ آنے والے شخص نے پوچھا کہ حالت بدلنے کا سبب کیا ہوا، فرمایا میں نماز پڑھنے میں اپنے بیلوں سے غافل ہو گیا تو وہ میرے کھیت سے نکل کر پڑوسی کے کھیت میں چلے گئے اور اس حالت میں لوٹے کہ ان کے پیروں میں (دوسرے کھیت کی) مٹی لگی ہوئی تھی جو میرے کھیت کی مٹی میں مل گئی تو اب میں اس قابل نہیں رہا کہ مجھ سے ورع سیکھا جائے (کیونکہ آج کل میں خود ہی مشتبہ مال کھا رہا ہوں) تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔

حضرات فقراء رضی اللہ عنہم ایسے ہی ہوا کرتے تھے (کہ ہمیشہ اپنے نفس کو متہم سمجھتے اور کمال ورع کا دعویٰ نہ کرتے تھے) اس کو سمجھ جاؤ اور لوگوں کے کھانے اور مال تم سے جتنے بھی فوت ہو جائیں اس پر خدا کا شکر ادا کرو (کہ اچھا ہوا میں اس کھانے سے بچا رہا اور یہ مال میرے پاس نہ آیا) اور کبھی اس شئے پر غم نہ کرو جو تمہارے پاس نہ آئے۔ وَاللّٰهُ يَتَوَلّٰى هُدَاكَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ.

☆☆☆

عوام الناس
علماء ومشائخ کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں

حضرت مصلح الامت فرماتے ہیں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ آج اپنے بیوی بچوں کو تابع نہیں بنا سکتے اور ہم لوگوں کو تابع بنانے کے لئے تیار ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنی خواہشات کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے تابع کرو یہ تمہارے لئے مفید ہوگا اس کو تو سنتے نہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اپنی خواہشات کے تابع کرلیں۔ جب سمجھ لیتا ہوں کہ اس مزاج کے آدمی ہیں تو ایسوں سے کہتا ہوں کہ اچھا پھر آؤ دیکھوں تم ہم کو تابع بناتے ہو یا ہم ہی تم کو خدا اور رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے تابع بناتے ہیں۔ (وصیۃ العرفان، ص:۴۰، مارچ ۲۰۱۲ء)

اپنی حیثیت اور قوت کے بقدر ذمہ داری سنبھالنا چاہئے

اپنی خواہشات کو تابع کرنا یہ کہنے میں تو مختصر سا کلمہ ہے مگر کوئی جب اس کے کرنے پر آئے گا تب معلوم ہوگا کہ بڑی مشکل چیز ہے ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے مگر جس پر کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی متوجہ ہو جائے لہٰذا جو شخص جس درجہ کا ہے وہ

اپنے درجہ کے مطابق کام کرے یہی بات لوگوں سے کہتا ہوں کہ جتنا کرسکتے ہو کرو اور جو کام نہ کرسکتے ہو اس میں نہ پڑو کوئی اللہ کا بندہ ہوگا وہ آگے کا کام کردے گا جب دیکھے گا کہ اب آگے یہ نہیں کرسکتے تو وہ کردیگا۔ آدمی کو کام بس اپنے درجہ کے مطابق کرنا چاہئے اب یہ چاہیے کہ جو کام اولیاء اللہ یعنی اہل دل، کے کرنے کا ہے میں بھی وہی کرنے لگ جاؤں اور بغیر سیکھے اور حاصل کئے کرلوں تو یہ نہیں ہوسکتا۔ میں نے یہاں کے لوگوں سے کہا کہ کام صحیح طریقہ سے کرو، چنانچہ کام کرنے کا طریقہ بھی لوگوں کو بتلایا۔

پیر کو بھی مرید کی فکر ہونی چاہئے

اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ جتنا مرید پیر کو مانتا ہے اگر اتنا ہی پیر مرید کو ماننے لگے تو مرید تو خدا تک پہونچ ہی جائے۔ مرید کے ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ ہمارے لئے اپنا سارا وقت اور سارا معمول، کھانا پینا، سونا جاگنا، راحت و آرام سب صرف کردیتے ہیں اب اگر ہم بھی ذرا سی توجہ ان پر کردیں تو بس ان کا کام بن جائے۔ پیر کو اس کی فکر ہونی چاہئے کہ مرید کا کیا حال ہے باطنی ترقی کررہا ہے یا نہیں؟ اگر ترقی کررہا ہے تو خیر ورنہ مانع کو دور کرے اور اس سے اس کو نکالے اور راستے کا روڑا صاف کرے۔ پیر کی توجہ سے یہی مراد ہے۔

حکیم الامتؒ کی ایک فاضل مرید پر توجہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک مولوی صاحب تھے بڑے فاضلؒ اور جید عالم تھے ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام لے کر فرمایا کہ ہمارے مولوی...... صاحب بولتے بہت ہیں پھر یہ فرمایا کہ انشاء اللہ اب نہ بولیں گے۔

چنانچہ اس کے بعد ہم لوگوں نے دیکھا کہ وہ مولوی صاحب بالکل خاموش ہی ہو گئے اور ان کو نفع ہونا شروع ہو گیا اور وہاں سے کچھ پا ہی گئے۔ اس کے بعد کہتے تھے کہ اب بولنا بھی چاہتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے زبان پکڑ لی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ زبان ہی نہیں بلکہ کسی نے دل کو پکڑ لیا تھا۔

باطنی تعلیم اور نفس کی اصلاح کا کام بہت مشکل ہے

بعض کام آسان ہوتا ہے بعض مشکل ہوتا ہے ظاہری تعلیم آسان ہے اور باطنی تعلیم بڑی مشکل چیز ہے نفس کی خرابیاں بہت دیر میں کھلتی ہیں۔ اب نفس کی اصلاح کا حکم ہے اور یہاں نفس کی خرابیاں ہی نہیں معلوم ہوتیں اس لئے مشکل پڑتی ہے۔ ایک بزرگ ہمیشہ صف اولیٰ میں نماز پڑھتے تھے ایک دفعہ کسی ضرورت کے سبب کچھ تاخیر ہو گئی جماعت تو ملی مگر دوسری صف میں جگہ پائی اس کی وجہ سے انہیں محسوس ہوا کہ میں لوگوں سے کچھ شرمندہ سا ہوں یعنی یہ کہ لوگ کہیں گے کہ آج شیخ سے صف اولیٰ رہ گئی دیکھتے ہیں آپ؟ مخلوق سے شرمائے خدا سے نہیں اس سے انہوں نے سمجھا کہ اچھا میں نے اب تک جتنی نمازیں پڑھیں ہیں سب مخلوق ہی کے لئے پڑھی ہیں خدا کیلئے نہیں پڑھیں اس لئے اخلاص نہیں تھا یہ خیال کر کے ساری عمر کی نمازیں دہرائیں کہ یہ سب مخلوق کے لئے تھیں خدا کیلئے نہ تھیں۔ پھر اس کے بعد انہوں نے کیسی کچھ نیت باندھی ہوگی؟ یہ اس پر کہہ رہا ہوں کہ بہت بہت دنوں کے بعد سمجھ میں آتا ہے اور نفس کا کید ظاہر ہوتا ہے۔ اسی کو سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

توان شناخت بیک روز در شمائل مرد   کہ تا کجاست رسیداست پائیگاہ علوم

آدمی کی خصلتوں میں یہ بات تو ایک روز میں معلوم کی جا سکتی ہے کہ اس کے علوم کہاں تک پہونچے ہوئے ہیں۔

و لے زباطنش ایمن مباش وغرہ مشو کہ خبث نفس نگر دد بسالہا معلوم

لیکن اس کے باطن سے مطمئن نہیں ہونا چاہئے اور ہر گز دھوکہ نہیں کھانا چاہے اس لئے کہ خبث نفس سالہاسال میں بھی نہیں معلوم ہوتا۔

اب یہ عوام چاہتے ہیں کہ ہم بھی ویسا ہی کام کرلیں جیسا بزرگان دین سے ہوا تو ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟

نظام الدین اولیاءؒ کے ہاتھ پر جوگی کا ایمان لانا

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ایک تکلیف ہوگئی تھی شدت تکلیف کی وجہ سے حضرت بیہوش ہوجاتے تھے۔ اس زمانہ میں ایک جوگی تھا جو مرض کو سلب کرلیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت پر سخت دورہ پڑا امریدوں نے چاہا کہ اسی جوگی کے پاس لے جائیں راستے میں حضرت کو ہوش آ گیا، فرمایا کہاں لے جارہے ہو عرض کیا فلاں جوگی کے یہاں، ارشاد فرمایا کہ نہیں واپس چلو لوگ واپس لائے دوسری بار پھر دورہ پڑا اور پہلے سے زیادہ شدید پڑا پھر لوگوں نے رائے کی کہ جوگی کے ہی پاس لے چلنا چاہئے۔ حضرت کو تکلیف سخت ہے۔ چنانچہ اس دفعہ جوگی کے پاس لے کر پہونچ گئے۔ اس نے مرض سلب کیا اور حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اس کے بعد جوگی سے حضرت نے پوچھا کہ تمہیں یہ کمال کس طرح سے حاصل ہوا اس نے کہا کہ ہمارے گرو کی ہدایت تھی کہ نفس کی مخالفت کرنا چنانچہ اسی پر میں نے عمل کیا جس کی وجہ سے یہ کمال مجھے حاصل ہوا۔ حضرت نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ تمہارا نفس اسلام لانے کو بھی پسند کرتا ہے یا نہیں اس سوال سے وہ بہت گھبرایا کیونکہ کافر یہ کیسے کہے کہ میں اسلام کو پسند کرتا ہوں، اس لئے اس نے کہا کہ نہیں میں نہیں پسند کرتا حضرت نے فرمایا کہ تمہارے گرو نے جو یہ بتایا تھا کہ نفس کی مخالفت کرنا تو آیا یہ بھی اس میں داخل

ہے یانہیں جوگی یہ سن کر سٹ پٹایا مگر چونکہ اصول کا پکا تھا اس لئے اقرار کرلیا کہ ہاں بیشک داخل ہے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ پھر جب ایمان دل میں آ گیا تو حضرت کو دیکھا کہ کہیں اونچے مرتبہ پر فائز ہیں اور مؤدب بیٹھ گیا۔ تمام دہلی میں شہرت ہوگئی کہ حضرت نے اپنے تصرف سے جوگی کو زیر کرلیا اور اتنے بڑے کافر کو مسلمان کرلیا تو دہلی میں اور لوگ بھی تھے مگر اس سے چھوٹے کو بھی مسلمان نہ کر سکے لیکن حضرت سے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لے لیا اسی کو میں کہہ رہا تھا کہ کام کے مختلف درجات ہیں۔ جو جس درجہ کا ہوتا ہے وہی وہ کام کرسکتا ہے اور کوئی چھوٹے درجہ والا یہ چاہے کہ بڑے درجے والوں کا سا کام کرلے تو یہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت حکیم الامت کے یہاں امیر غریب سب جاتے تھے حضرت کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ حضرت کے ولی ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے لیکن ہمارے شقی ہونے میں بھی کوئی کلام نہیں ہے دین کے اور مراتب تو ہم کو کیا ملتے ہم سے تو گناہ تک نہ چھوٹ سکے۔ اس کے بعد سے ان کی حالت بدلنی شروع ہوگئی۔ چنانچہ خود کہتے تھے کہ حضرت نے مجھے ایسا کھینچا کہ اب اگر گناہ کرنا چاہتے بھی ہیں تو نہیں کرسکتے۔ حضرت نے توجہ فرمائی ہوگی جس سے قلب کی حالت بدل گئی۔ (وصیۃ العرفان، مارچ ۲۰۱۲ء)

ایک شاگرد کی ذہانت اور اخلاص

اس سیکھنے سکھانے پر ایک واقعہ یاد آیا سنئے! ایک بزرگ تھے جو بہت بڑے عالم بھی تھے ان سے ایک امیر کبیر شخص بھی پڑھتے تھے ایک دن حسب معمول پڑھنے کے لئے آئے تو استاد کے چہرے پر کچھ نقاہت کے آثار محسوس کئے ان سے کہا کہ حضرت آج سبق پڑھنے کو جی نہیں چاہتا یہ کہہ کر اپنے مکان گئے اور وہاں سے خوب

عمدہ عمدہ کھانے پکوا کر خود اپنے سر پر رکھ کر لائے تو وہ عالم ہنسے اور فرمایا کہ ضرورت کے وقت لائے ہو مگر اس کو ہم کھائیں گے نہیں اس لئے کہ جو چیز اشراف نفس (اور انتظار) کے ساتھ آئے اس کو قبول کرنا جائز نہیں اور مجھ کو اشراف ہو گیا تھا کیونکہ جب تم یہاں سے واپس گئے تو مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ تم کھانا لینے جا رہے ہو، پس چونکہ یہ انتظار کے ساتھ آیا اس لئے اس کو لیجاؤ اس شخص نے بھی اصرار نہیں کیا اور ان کے سامنے سے سینی اٹھا کر واپس چلا گیا اور جب ان کی نظروں سے غائب ہو گیا پھر واپس آیا کہ حضرت اب تو اشراف نہیں رہا اسے قبول فرمالیجئے چنانچہ قبول فرمالیا اور شاگرد کی ذہانت پر وہ بزرگ بہت خوش ہوئے اور اس کو بہت دعائیں دیں اسے معلوم ہوا کہ جو کھلانا چاہتا ہے وہ طریقہ بھی جانتا ہے چنانچہ ان طالب علم نے کیسا اچھا طریقہ اختیار کیا۔ آخر تھے تو انہیں کے شاگرد انہیں سے یہ باتیں سیکھیں تھیں۔ دیکھئے تو کہ ان بزرگ کو اشراف نفس سے بچا بھی لیا اور کھانا بھی کھلا دیا۔ اب کے لوگ رہتے تو جب انہوں نے انکار کیا تھا قبول کرنے پر اصرار کرتے یا لے کر چلے ہی جاتے مگر ان کی عقلمندی دیکھئے کہ کھانا لے کر اس وقت چلے گئے پھر حاضر ہو کر کیسی عمدہ بات کہی کہ آخر قبول فرما ہی لیا یہ ہے فہم جس کو ہم لوگ نہیں سیکھتے۔

شیخ حقیقی کا کام

ایک بزرگ کہتے تھے کہ کھانا پکا پکایا موجود ہے افسوس کوئی کھانے والا نہیں ہے اور حقیقی پیر وہ ہے جو طالبین خدا کو خدا سے ملائے یعنی ان سے یہ کہے کہ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ یعنی تم لوگ اللہ والے اور اللہ کے بندے ہو جاؤ۔ یہ نہیں کہ میرے بندے ہو جاؤ ان کو ایک تڑپ اور فکر ہوتی ہے اس بات کی کہ میرے پاس آنے جانے والے لوگ کس طرح سے اللہ والے ہو جائیں پیر بن جانا آسان ہے پیر ہونا آسان

نہیں۔ دوسرے کا غم اپنے سر مول لینے کی کس کو فکر پڑی ہے مشائخ کے افراط اور تفریط ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگوں کو فیض نہیں ہوا۔ پھر جب پیر ہی میں تقصیر ہو تو مرید کو فیض کہاں سے ہو جائے گا ورنہ آپ لوگ اتنے آتے ہیں ایسے ہی رہ جاتے۔

بصیرت تک پہنچنے کا ذریعہ سمع قبول ہے

پھر آپ لوگوں کو ہم لوگ جب فائدہ نہیں پہنچا سکے تو آپ میں عقیدت کی بھی کمی ہوگئی ہے اور اس کی وجہ سے ہماری باتوں کی جانب کان لگانا چھوڑ دیا حالانکہ یہی سننا ذریعہ تھا بصیرت تک پہنچنے کا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

کہیں خدا کے نام میں بھی وبال اور نحوست یا جنون پیدا ہوتا ہے نعوذ باللہ بلکہ جلالی وہ ہیں جن کے معنی قہر کے پائے جاتے ہیں جیسے قہار جبار، عزیز اور جمالی وہ ہیں جن میں معنی لطف کے پائے جاتے ہیں جیسے رحمٰن، رحیم، کریم، لطیف۔ سو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ میں دونوں صفتیں ہیں۔

اہل اللہ کو کسی چیز کے جاتے رہنے سے اسی لئے پریشانی نہیں ہوتی کہ ان کو کسی چیز کی تمنا نہیں ہوتی۔

دونوں حالتوں میں الحمدللہ

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے پاس کسی امیر نے ایک بیش قیمت موتی ہدیۃً بھیجا خادم نے پیش کیا فرمایا الحمدللہ اور حکم دیا کہ رکھ لو خادم نے رکھ لیا۔ اتفاق سے وہ موتی چوری ہو گیا خادم نے یہ واقعہ عرض کیا۔ ان بزرگ نے فرمایا الحمدللہ خادم کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے دوسرے وقت پوچھا کہ حضرت مجھے بڑی حیرت ہے وہ یہ کہ جب موتی حضور میں آیا تھا

اس وقت بھی آپ نے فرمایا الحمدللہ، اور ضائع ہونے کی خبر معلوم ہوکر بھی الحمدللہ فرمایا، اس میں کیا راز ہے آنا جانا دونوں پر کیسے خوشی ہوسکتی ہے؟ فرمایا میں نے نہ آنے پر الحمدللہ کہا نہ جانے پر بلکہ جس وقت آیا تھا میں نے قلب کو دیکھا کہ آنے پر کچھ خوشی نہیں ہوئی اس پر میں نے الحمدللہ کہا تھا اسی طرح جاتے رہنے پر میں نے قلب میں کچھ رنج نہیں پایا اس لئے میں نے الحمدللہ کہا یہ حالت ہے اہل اللہ کی۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے ایک بزرگ کی خدمت میں ایک چینی آئینہ بہت قیمتی ہدیۃً آیا وہ بزرگ کبھی کبھی اس میں اپنا منہ دیکھا کرتے تھے اتفاقاً وہ آئینہ خادم کے ہاتھ سے گرکر ٹوٹ گیا۔ اسکو بڑا ہی ڈر ہوا کہ دیکھئے کیا ہوگا۔ کیسا جلال آئے گا۔ جب خادم کو عتاب کا ڈر ہوا تو اس نے سوچا کہ بزرگ زندہ دل ہوتے ہیں لاؤ شاعری بگھارو خوش ہوکر کچھ نہ کہیں گے۔ چنانچہ وہ حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ ؎

از قضا آئینہ چینی شکست

یعنی ''قضائے الٰہی سے چینی آئینہ ٹوٹ گیا''۔

آپ فی البدیہہ فرماتے ہیں۔ ؎

خوب شد اسباب خود بینی شکست

''اچھا ہوا خود بینی کا سامان ختم ہوا''۔

یعنی اس آئینہ کا بھی جھگڑا تھا خود بینی کا سبب تھا اچھا ہوا ٹوٹ گیا پاپ کٹا۔ یہ حالت ہوتی ہے اہل اللہ کے دینوی تعلقات کی کہ ان کو کسی چیز کے نہ آنے سے فرحت ہو نہ جانے سے غم اسی انقطاع تعلق کو کہتے ہیں۔ ؎

تا بدانی ہر کہ را یزداں بخواند

از ہمہ کار جہاں بے کار ماند

خوب سمجھ لو! جس کو اللہ تعالیٰ اپنا بنا لیتے ہیں اور اپنا مقرب بنا لیتے ہیں وہ دنیا کے تمام جھمیلوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ زراعت تجارت بی بی بچے سب چھوٹ جاتے ہیں بلکہ مطلب یہ کہ ان کے دل کو کوئی خاص لگاؤ اور تعلق نہیں رہتا بلکہ خاص لگاؤ اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں تو دوسری قوموں سے کسی چیز کے لینے کی کچھ بھی حاجت نہیں ہمارے یہاں تو سب کچھ ہے مگر ان کی مثال ایسی ہے جیسے مولانا روم فرماتے ہیں۔

یک سبد پرناں ترا بر فرق سر
تو ہمی جوئی لب ناں در بدر

(ایک ٹوکرا روٹیوں کا بھرا ہوا تیرے سر پر رکھا ہوا ہے اور تو روٹی کا ٹکڑا در بدر مانگتا پھرتا ہے) یعنی کسی کے سر پر ایک ٹکڑا روٹیوں کا لدا ہوا ہو اور وہ در بدر روٹی کے ٹکڑے کے لئے بھیک مانگتا پھرتا ہو کیسی مضحکہ خیز بات ہے ہمارے یہاں تو جواہرات بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے سے کوڑیوں کے طالب ہیں اسی طرح یہ لوگ تقلید کرتے ہیں غیر قوموں کی حالانکہ اپنے یہاں سب کچھ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ اس کورانہ تقلید میں پریشانی بھی اٹھاتے ہیں۔

تو گریزانی بہر زخمے زعشق
تو نمی دانی بجز نامے زعشق

تو ہر زخم یعنی معمولی تکلیف پر عشق سے بھاگ نکلتا ہے بجز نام عشق کے تو کچھ نہیں جانتا۔

پڑتی ہے وقت جور جبیں پر شکن ہنوز
مجذوب خام ہے تیرا دیوانہ پن ہنوز

حکیم الامت ارشاد فرماتے ہیں کہ

اکل حلال کا بہت خیال رکھے کہ یہ طاعت کرنے کا آلہ ہے اور گناہوں سے بچنے کا کہ آدمی سوچ سمجھ کر زبان کو استعمال کرے۔ اسی لئے حضرت والا فرماتے کہ جب کوئی کلمہ بولو، تو بولنے سے پہلے سوچو کہ یہ کلمہ مجھے جنت میں لے جارہا ہے یا جہنم میں لے جارہا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سے پہلے خاموش رہنا

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص آکر ان سے سوال کرتا تو بعض اوقات امام صاحب دیر تک خاموش رہتے، کوئی جواب نہ دیتے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! اتنی دیر ہوگئی، آپ کچھ بول ہی نہیں رہے، کوئی جواب نہیں دے رہے ہیں؟ جواب میں فرمایا:

حَتّٰی اَعْرِفَ اَنَّ الْفَضْلَ فِی السُّکُوتِ اَوْ فِی الْکَلَامِ

میں اس لئے خاموش ہوں کہ پہلے یہ دیکھ لوں کہ خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے یا بولنا زیادہ بہتر ہے۔

لہٰذا پہلے تول رہے ہیں کہ اب جو کلمہ بولوں گا، یہ میرے لئے فائدہ مند ہوگا یا نقصان دہ ہوگا۔ پہلے تو تولو پھر بولو۔ جو کلمہ زبان سے نکالو۔ تول کر نکالو کہ یہ کلمہ کیسا ہے اور کتنا ہے؟ اور اس سے مجھے فائدہ پہنچے گا یا نقصان؟

زبان کی حفاظت پر جنت کی ضمانت

اسی لئے حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ یَضْمِنُ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ''
جوشخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دیدے میں اسکو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

کونسی دو چیزیں؟ ایک وہ چیز جو جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان، اسکی ضمانت دیدے کہ وہ اسکو غلط استعمال نہیں کرے گا۔ اور ایک وہ چیز جو ٹانگوں کے درمیان یعنی شرمگاہ کہ اسکو غلط استعمال نہیں کرے گا، میں اسکو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

لہٰذا یہ نہ ہو کہ یہ سرکاری مشین مفت میں مل گئی ہے تو اب صبح سے شام تک قینچی کی طرح چل رہی ہے اور رکنے کا نام نہیں لیتی۔ جو منہ میں آرہا ہے بک رہے ہیں، کوئی سوچ و فکر نہیں۔ یہ حالت ٹھیک نہیں۔ بلکہ بولنے سے پہلے سوچو کہ جو بات منہ سے نکالنے والا ہوں وہ فائدہ پہنچائے گی؟ اس کے بعد زبان سے بات نکالو۔

☆☆☆

فاسق اور گناہ گار کی غیبت کرنا

عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ جو فاسق و فاجر ہو، اسکی غیبت جائز ہے۔ مطلقاً اسطرح سے یہ بات درست نہیں، بلکہ جس طرح نیک آدمی کی غیبت جائز نہیں اسی طرح سے فاسق و فاجر کی غیبت بھی جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی گناہ کو اس طرح علانیہ کرتا ہے کہ اس گناہ کی اپنی طرف نسبت سے نہیں شرماتا، اور نہ اس کو وہ برا سمجھتا ہے کہ یہ گناہ اس کی طرف منسوب ہو تو اگر اس گناہ کا ذکر اسکی غیر موجودگی میں کر کے اسکی طرف منسوب کریں تو یہ جائز ہے۔ مثلاً ایک آدمی علانیہ شراب پیتا ہے اور سب کو بتا کر پیتا ہے اب اگر آپ اسکے پیٹھ پیچھے یہ ذکر کریں کہ فلاں شخص شراب پیتا ہے، ظاہر ہے کہ آپ کے اس ذکر کرنے سے اسکو کوئی تکلیف اسلئے نہیں ہوگی کہ وہ خود دوسروں کو بتاتا ہے کہ میں شراب پیتا ہوں، لہٰذا یہ غیبت ناجائز نہیں۔ لیکن جس گناہ کو وہ چھپانا چاہتا ہے اور اس گناہ کو اپنی طرف منسوب ہونے کو برا سمجھتا ہے اور اسکے ذکر سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو اسکے پیٹھ پیچھے اس گناہ کا تذکرہ کرنا ناجائز ہے، چاہے وہ سچی بات ہو، وہ غیبت ہے اور حرام ہے لہٰذا اگر زبان پر لگام نہ ڈالی جائے تو یہ انسان کو گناہ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور غیبت جس طرح کرنا جائز نہیں، اسی طرح سننا بھی جائز نہیں۔

دوسروں کا تذکرہ ہی نہ کرو

اسی لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ احتیاط اس میں ہے کہ دوسروں کا تذکرہ ہی مت کرو۔ نہ اچھائی سے اور نہ برائی سے، کیونکہ جب دوسرے کا ذکر اچھائی سے بھی کرو گے تو شیطان آخر میں برائی کے تذکرے میں مبتلا کر ہی دیگا کہ بھائی! فلاں آدمی تو بڑا اچھا ہے لیکن اس میں ذرا یہ برائی بھی ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ انسان دوسرے کا ذکر ہی نہ کرے۔

اپنی فکر کرو

پھر دوسرے کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، بس اپنی فکر کرو، بقولِ شاعر:

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

جس کو اپنے عیوب کی فکر ہو وہ دوسروں کے عیوب کہاں تلاش کرے گا جو خود بیمار ہو اور اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہو، وہ دوسروں کی بیماریوں کی کہاں فکر کرے گا۔ جب انسان اپنی فکر میں پڑ جاتا ہے کہ میں کس عیب کے اندر مبتلا ہوں؟ میرے اندر کیا خرابی ہے؟ اس کی کس طرح اصلاح کروں اور کس طرح اس کا تدارک کروں تو پھر اس سے دوسرے کی غیبت نہیں ہوتی بہادر شاہ ظفر نے بڑے اچھے اشعار کہے۔ ؎

ہوئی جب تلک اپنی ہمیں نہ خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جب کہ نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

جب اپنی برائی پر نظر پڑی تو پتہ چلا کہ کوئی برا نہیں ہے، سب سے برا میں ہی ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے نفس کے عیوب پر نگاہ ڈالنے کی اور ان کے ادراک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

غیبت کا ایک عملی علاج

بہر حال غیبت کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کی تشریح عرض کرتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ: ''سالک کے سامنے کوئی غیبت یا لایعنی کلام کرے اور اس کو منع کرنے پر قدرت نہ ہو تو خود اٹھ جانا چاہئے۔ اور اس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے، کیونکہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی زیادہ قابل احتراز ہے، یوں اگر نہ اٹھ سکے تو کسی بہانہ سے اٹھ جائے یا قصداً فی الفور کوئی مباح تذکرہ شروع کر دیا جائے تا کہ وہ قطع ہو جائے''۔ (انفاس عیسیٰ، ص:۱۴۹)

جیسا کہ ابھی بتایا کہ غیبت جس طرح کرنا ناجائز ہے، اسی طرح سننا بھی ناجائز ہے، لہٰذا اگر مجلس میں غیبت شروع ہوگئی تو اب کیا کیا جائے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ اگر منع کرنے پر قدرت ہے تو روک دے، روکنے کے دو طریقے ہیں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ صاف صاف کہہ دے کہ دیکھو اس طرح تذکرہ کرنے سے غیبت ہو جائے گی، چھوڑ و اس تذکرے کو۔ اور اگر اس طرح نہیں کہہ سکتے تو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خود موضوع کلام بدل دے اور کوئی اور بات چھیڑ دے تا کہ وہ قصہ ختم ہو جائے۔ اور اگر ان دونوں طریقوں پر قدرت نہ ہو تو پھر وہاں سے اٹھ جائے، اس مجلس میں نہ بیٹھے۔

دل شکنی کی پرواہ نہ کرے

آگے ایک اصول بیان فرما دیا کہ اس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے، کیونکہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی زیادہ قابل احتراز ہے۔ ہمارے ہاں افراط اور

تفریط حد درجے کی ہے، ایک طرف تو یہ عالم ہے کہ حقوق العباد کی پرواہ ہی نہیں۔ جس کا جو حق چاہا مار لیا، چاہے وہ جانی حق ہو یا مالی حق ہو۔ اور دوسری طرف یہ ہے کہ اگر کسی کو حقوق العباد کا خیال ہے کہ تو وہ اس درجہ اس کے اندر آگے بڑھ جاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں اپنے فرائض شرعیہ کے اندر کوتاہی کرنا شروع کر دیتا ہے۔

وقت پر نماز پڑھنا فرض ہے

چنانچہ ایک ڈاکٹر صاحب تھے، ان کی بیوی نے مجھ سے بتایا کہ میرے شوہر ویسے تو بہت اچھے ہیں لیکن مطب کے اوقات میں نماز نہیں پڑھتے، میں ان سے کہتی ہوں کہ مطب کے اوقات کے دوران جب نماز کا وقت آئے تو نماز پڑھ لیا کرو، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ میں تو لوگوں کی خدمت کر رہا ہوں اور یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ مطب میں مریض بیٹھے ہوں اور میں اپنی نماز شروع کر دوں؟ چنانچہ وہ مطب بند کر کے رات کو جب گھر آتے ہیں تو عصر، مغرب، اور عشاء تینوں نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں تو خدمت خلق کرتا ہوں اور خدمت خلق کے دوران نمازیں قضا ہو جائیں تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

بھائی! خدمت خلق تم پر اس طرح فرض عین نہیں جس طرح نماز فرض عین ہے۔ دوسرے اس خدمت خلق کے ساتھ نماز کا کوئی تعارض بھی نہیں ہے، اگر تم عصر کی چار رکعت پڑھ کر دوبارہ مریضوں کو دیکھنا شروع کر دو تو اس میں کوئی تکلیف ہوگی؟ لہٰذا نفس نے نمازیں قضا کرنے کا ایک بہانہ تلاش کر لیا کہ خدمت خلق ہو رہی ہے۔ یہ سب افراط اور تفریط ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ دین کی صحیح فہم اور سمجھ نہیں۔ اسی لئے حضرت فرماتے ہیں کہ دوسرے کی دل شکنی سے بچنے کی خاطر اپنے دین کو توڑ دینا ٹھیک نہیں۔ لہٰذا یہ خیال کرنا کہ میں اگر اس کو غیبت سے روکوں گا تو اس کا

دل برا ہوگا، یا میں اٹھ کر چلا جاؤں گا تو اس کا دل برا ہوگا، یاد رکھئے! اگر معصیت سے بچنے کے نتیجے میں دوسرے کا دل برا ہوتا ہے تو ہونے دو، اس کی پرواہ ہی مت کرو۔ تم اس حد تک مکلّف ہو کہ جائز حدود میں رہ کر اس کی دل شکنی سے بچو، لیکن جہاں دل شکنی سے بچنے کے لئے کسی گناہ کا ارتکاب کرنا پڑے تو پھر دل ٹوٹتا ہے تو ٹوٹنے دو، اس کی پرواہ نہ کرو۔

دوسروں کی دنیا بنانے والا

ایک حدیث شریف میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دوسرے کو دنیا کا فائدہ پہنچانے کے لئے اپنی آخرت خراب کرے تو اللہ تعالیٰ اس دوسرے شخص کو دنیا ہی میں اس پر مسلط کر دیتے ہیں کہ تو نے اس کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت خراب کی تھی۔ اب یہ تیری دنیا کو بھی خراب کرے گا۔ جو لوگ بیوی بچوں کو آرام اور راحت پہنچانے کی خاطر حرام آمدنی میں مبتلا ہوتے ہیں تو تجربہ یہ ہے کہ وہی بچے اس باپ کے سر پر جوتے بجاتے ہیں، اس لئے کہ اس نے بیوی بچوں کو راضی کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا، اور ان کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت خراب کی، تو پھر دنیا کے اندر ہی ان کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے دوسرے کی دل شکنی سے بچنے کے لئے اپنی دین شکنی مت کرو۔

☆☆☆

تعلیم وتربیت کی ضرورت

مصلح الامت محی السنہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ بھی پہلے لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔ بدلے ہوئے ہیں یعنی جیسے طالب پہلے لوگ ہوتے تھے آپ لوگ ان جیسے طالب نہیں ہیں۔ کچھ دن پہلے ایک صاحب کا خط آیا تھا کہ تم گرمی میں بمبئی گئے ہوتو سردی میں لکھنو آجاؤ حالانکہ میں بمبئی اطباء کے مشورہ سے آیا ہوں اور لواور گرمی سے بچنے کے لئے آیا ہوں رہی سردی تو لکھنو میں بھی، الہٰ آباد سے کم سردی نہیں پڑتی پھر اس موسم میں لکھنو جانے سے کیا فائدہ؟ بس یہی ہوگیا ہے لوگ چاہتے ہیں کہ ایک ہی شخص گھوم گھوم کر ہر جگہ کام کرے۔ دو صاحب وہاں کے یہاں آئے تھے میں نے انہیں خوب سڑسڑایا تو بات سمجھے اور یہاں سے کچھ مضامین ہمراہ لے گئے اور وطن پہونچ کر خوف آخرت اور طریق کار کے نام سے انہیں شائع کیا اور مجھے لکھا کہ یہاں ہفتہ میں ایک دن ہم لوگوں نے مقرر کرلیا ہے کہ اس میں تمہارے مضامین پڑھ کر سنائے جائیں۔ اسی سلسلہ میں وہاں کے ایک حکیم صاحب کا خط آیا ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ: حضرت کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ حسب ایماء عالی ہر یکشنبہ کو ایک مجلس ذکر کا اہتمام ہوگیا ہے۔

گذشتہ یکشنبہ (۲۴/ جولائی) کو حکیم..... کے مکان پر دوسری مرتبہ اجتماع تھا جس میں کافی اہل ذوق شریک تھے۔ ان دونوں مجلسوں میں احقر نے اخلاص پر ایک ایک گھنٹہ تقریر کی اور حضرت کی توجہ اور دعا کی برکت سے مفید اور موثر معلوم ہوئی اللہ تعالیٰ قبول کرے۔

آخر میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ دعا سب کے ساتھ مانگی: "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَعْمَالَنَا کُلَّھَا صَالِحَۃً وَاجْعَلْھَا کُلَّھَا لِوَجْھِکَ خَالِصَۃً وَلَا تَجْعَلْ لِغَیْرِکَ فِیْھَا شَیْئاً". "اے اللہ ہمارے سارے اعمال کو صالح بنا دیجئے اور ان سب کو خالص اپنی رضا کے لئے کر دیجئے) اور اس کا کوئی حصہ اپنے غیر کے لئے نہ ہونے دیجئے، چونکہ یہ خدمت فی الحال احقر سے متعلق رہے گی حضرت سے طلب ہمت کرتا ہوں اور مناسب ہدایات کا متوقع رہوگا۔

ما یہ آں منصب عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطف شما یار بود گامے چند

اب کی اتوار کو سورہ لقمان کی بعض آیات کی تفسیر کے ذیل میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر بیان کرنے کا قصد ہے: وما توفیقی الا باللہ یہاں کے موسم کا عجب رنگ ہے کبھی کبھی ہلکی بارش ہو جاتی ہے۔ بمبئی میں تو حضرت کے قیام کی برکت سے باران رحمت کا خوب نزول ہو رہا ہے۔ (احقر دعا گویاں......)

شیخ خادم ہوتا ہے تبرک نہیں

دیکھئے انہوں نے لکھنو میں کام شروع کیا ہے انشاء اللہ کام ہوگا اور جب یہ لوگ کام شروع کریں گے تو میں بھی خادم ہوں جیسا میں نے ایک دن بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر یہ وحی فرمائی کہ: یَا دَاوٗدُ اِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِبًا

فَکُنْ لَهٗ خَادِماً ''یعنی اے داؤد جب تمہارے پاس ہمارا کوئی طالب آئے تو تم اس کے خادم بن جانا۔ اسی طرح کہتا ہوں کہ آپ کام کیجئے میں بھی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ البتہ تبرک نہیں بننا چاہتا''۔

اصل کام دینی ماحول وفضا بنانا ہے

الہ آباد سے لوگ اب بہت بلا رہے ہیں سمجھتے ہوں گے کہ کہیں وہیں نہ رہ جائیں۔ میں نے کہا تم لوگ کچھ سمجھتے ہوگے تو میں بھی کچھ سمجھتا ہوں۔ ایک دفعہ میں نے لوگوں سے وہاں کچھ کہا تھا عمل واخلاص وغیرہ کا مطالبہ کیا ہوگا۔ اس پر سب لوگوں نے کچھ کچھ کہا ایک وکیل صاحب نے بہت عمدہ بات کہی آخر وکیل ہی تھے کلام کا سلیقہ آتا تھا، کہا کہ تمہارے یہاں آنے کی وجہ سے ہم لوگوں کو بہت بہت نفع پہنچا اور وہ یہ کہ یہاں ایک دینی ماحول پیدا ہوگیا مجھے ان کی یہ تعبیر بہت پسند آئی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کہیں امام ہو، مسجد ہو، نماز ہو لیکن دینی ماحول غائب ہو۔ یہ سب چیزیں پہلے سے تھیں مسلمان رہتے ہی تھے اس لئے نماز روزہ سب کچھ تھا مگر سمجھتے تھے کہ دینی ماحول نہیں ہے، جواب ان کے آنے کے بعد پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ تمہارے ہی خیال کے لوگ ہیں یعنی مسلک سب کا ایک ہے مگر سب ایک دوسرے سے الگ الگ اور بیگانہ ہیں۔ کسی کو کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور باہم کوئی ہمدردی نہیں ہے کوئی کسی کا پوچھنے والا نہیں، بہرحال کام میں مشکلات ہیں اسلئے جب کام کروگے تب جماعت بنے گی کہ ایسے ہی بن جائے گی۔

کام کرنے سے پہلے کام کا طریقہ سیکھنا چاہئے

لیکن کام کرنے کے لئے پہلے کام جاننے والوں سے سیکھنا ضروری ہے اس کے بعد کام کیا جائے تو اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے دن کے خود محافظ ہیں۔ مدد کریں گے کام

جاننے والا کام کو سمجھتا ہے اور اس کا طریقہ جانتا ہے اس لئے پہاڑ کو ہٹا دیتا ہے۔ لہٰذا جب کام سیکھ کر کام کیا جائے گا تو کام کیوں نہ ہوگا۔

اپنی اصلاح کے بعد دوسروں کی اصلاح

مگر آدمی کو چاہئے کہ پہلے کام خود کرے اور دوسروں کو بعد میں کہے انسان خود ہی واعظ ہوتا ہے اور خود ہی مستمع۔ روح المعانی میں ہے کہ انداز بعد تفقہ اور تحلی بالفضائل کے مناسب ہے (یعنی علم دین اور فضائل اخلاق سے آراستہ ہونے کے بعد وعظ وتذکیر مناسب ہے) اس لئے کہ اسی کے نافع ہونے کی امید ہے۔ کسی نے اسی کو خوب کہا ہے۔

يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَيْرَهُ   هَلَّا لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيْمُ
تَصِفُ الدَّوَاءَ لِذِي السِّقَامِ وَذِي الضَّنٰى   كَيْمَا يَصِحَّ بِهٖ وَاَنْتَ سَقِيْمُ
اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَانْهَهَا عَنْ غَيِّهَا   فَاِذَا انْتَهَتْ عَنْهُ فَاَنْتَ حَكِيْمُ
فَهُنَاكَ تُعْذَرُ اِنْ وَعَظْتَ وَيُقْتَدٰى   بِالْقَوْلِ مِنْكَ وَيُنْفَعُ التَّعْلِيْمُ

یعنی اے شخص جو دوسروں کو سبق دے رہا ہے خود اپنے نفس کو کیوں نہیں تعلیم دیتا۔ تو دوسرے مریضوں اور لاغروں کو دوا بتاتا ہے تاکہ وہ اسکے ذریعہ صحت مند ہو جائیں اور حال یہ ہے کہ تو خود بیمار ہے۔ تعلیم اور تبلیغ کو اپنے نفس سے شروع کر یعنی اس کو اس کی برائیوں سے روک۔ جب وہ باز آ جائے گا اس وقت تو حکیم ہوگا اور اس وقت تیرا کہا ہوا سنا جائے گا اور تیرے قول کی اتباع کی جائے گی اور تیری تعلیم نفع دے گی۔

ہر کام میں اخلاص ضروری ہے

ان حکیم صاحب نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو دعا نقل کی ہے وہ بہت خوب ہے اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام عمل میں اخلاص طلب کیا ہے یہ نہیں کہ

اخلاص کی ضرورت صرف نماز وروزہ ہی میں ہے۔ وعظ کہنے، دوسروں کو دین پہچانے غرض سب چیزوں میں اخلاص کی ضرورت ہے۔ کسی عمل کو خدا کے لئے کرنا کسی مخلوق کو دکھانے کے لئے کرے یہ شرک ہے اس سے بھی بچنے کی دعا فرمائی ہے چنانچہ فرمایا کہ: وَلاَ تَجْعَلْ لِغَيْرِكَ فِيهَا شَيْئاً حضرت کی دعا کا یہ حصہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے فرماتے ہیں: فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبَّهٗ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّلاَ يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَداً یعنی جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے وہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے اسی طرح سے ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: وَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللّٰهَ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهُ لَاٰتٍ"۔ یعنی جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی اجل (گھڑی) جو مضروب اور مقرر ہے وہ آنے والی ہے پس اس شخص کو اپنے عمل کو بدلہ ملے گا۔

حکیم صاحب کو لکھواؤں گا کہ یہ دعا تو آپ نے بہت عمدہ لکھی اس کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کی یہ دعا بھی ملا لیجئے: "اَللّٰهُمَّ اهْدِنِىْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ اِنَّهٗ لاَ يَهْدِىْ لِصَالِحِهَا وَلاَ يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ". یعنی اے اللہ اعمال واخلاق میں سے جو صالح ہیں مجھے آپ ان کی ہدایت دیجئے (اور آپ سے درخواست اس لئے ہے کہ) اعمال واخلاق میں سے صالح کی جانب ہدایت کرنا اور سیئہ کو پھیر دینا آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

حکیم صاحب نے بڑی ہی اچھی دعا لکھی ہے آپ سب لوگوں سے کہتا ہوں کہ اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھئے اور یاد کیجئے دعا ہی سے تو مومن کا کام چلتا ہے۔ اب لوگوں نے دعا ہی کرنا تو چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے بھی یہ دعا کبھی نہ کی ہوگی اور کرتے کیسے جب کہ سنی ہی نہ ہوگی۔

ہر طرف سے ناامید ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہونا

صاحب روح المعانی آیت: وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ کے تحت باب الاشارہ میں لکھتے ہیں کہ:"وَظَنُّوْا اَیْ تَحَقَّقُوْا ذَالِکَ فَانْقَطَعُوْا اِلَیْہِ سُبْحَانَہٗ وَرَفَعُوْا الْوَسَائِطَ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ حَیْثُ رَأٰی سُبْحَانَہٗ اِنْقِطَاعَھُمْ اِلَیْہِ وَتَضَرُّعَھُمْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَقَدْ جَرَتْ عَادَتُہٗ تَعَالٰی مَعَ اَھْلِ مَحَبَّتِہٖ اِذَا صَدَرَ مِنْھُمْ مَا یُنَافِی مَقَامَھُمْ یُأَدِّبُھُمْ بِنَوْعٍ مِّنَ الْحِجَابِ حَتّٰی اِذَا ذَاقُوْا طَعْمَ الْجِنَایَۃِ وَاحْتَجَبُوْا عَنِ الْمُشَاھَدَۃِ وَعَرَاھُمْ مَاعَرَاھُمْ مِمَّا اَنْسَاھُمْ دُنْیَاھُمْ وَاُخْرَاھُمْ اَمْطَرَ عَلَیْھِمْ وَابِلَ سَحَابِ الْکَرَمِ وَاَشْرَقَ عَلٰی آفَاقِ اَسْرَارِھِمْ اَنْوَارِ الْقِدَمِ فَیُؤْنِسُھُمْ وَیَمُنُّ عَلَیْھِمْ بَعْدَ یَاسِھِمْ وَیَمُنُّ عَلَیْھِمْ بَعْدَ قُنُوْطِھِمْ وَھُوَ الَّذِیْ الْغَیْثُ مِنْ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا اِنْتَھٰی". یعنی جب ان لوگوں نے اس کا یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اب کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہے تو بس پھر اسی کی جانب جھک پڑے اور تمام وسائط کو ترک کردیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توبہ قبول فرمائی جب کہ یہ دیکھا کہ اب یہ میرے ہی در پر جھک پڑے ہیں اور میری ہی جانب گریہ وزاری کررہے ہیں۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عادت اپنے اہل محبت کے ساتھ یہی چلی آرہی ہے کہ جب ان سے ان کے مرتبہ کے خلاف کوئی چیز صادر ہوتی ہے تو ایک گونہ حجاب کے ذریعہ ان کی تادیب فرماتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اس کی وجہ سے اپنے قصور کا مزہ چکھ لیتے ہیں اور مشاہدہ سے حجاب میں پڑ کر فراق کی تلخی برداشت کرلیتے ہیں اور اس حالت میں گذر جاتی ہے ان پر جو گذرنا ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا اور آخرت سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے اوپر ابر کرم

سے موسلا دھار بارش برساتا ہے اور ان کے باطن کے آفاق پر...... قدم کا نور چمکا تا ہے جس کی وجہ سے ان کی مایوسی مبدل بہ انس ہو جاتی اور ناامیدی کے بعد ان پر مکرر کرم و احسان فرماتا ہے (جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ) اللہ وہ ذات ہے جو لوگوں کے مایوس ہوئے پیچھے بارش برساتا ہے۔ سبحان اللہ کیسا عمدہ اور موثر کلام کیا ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ نزول غیث کے مسئلہ میں تو ابھی قریب ہی زمانہ میں یہاں بھی اور دوسرے مقامات پر بھی اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے کہ لوگوں نے بارش کیلئے کیسی کیسی دعائیں کیں چنانچہ ابر کرم کو جوش آیا اور رحمت کی بارشیں ہوئیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ سب سے زیادہ نفس کو توڑنے والی چیز بلا اور مصیبت ہے۔ فطرت یہ ہیکہ آدمی ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اگر اس حالت میں بھی کوئی انابت الی اللہ نہ کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس پر شقاوت غالب ہے اور خطرناک حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کا ذکر قلوب کو متاثر ہی کرنے کیلئے فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ قرآن شریف مکان کے باہر پڑھا کرتے تھے اور تلاوت کے وقت روتے بہت تھے۔ کفار کے بچے آ کے ارد گرد جمع ہو جاتے اور آپ کا قرآن سنتے اور ان پر بھی اثر ہو جاتا تھا۔ کفار آپ سے درخواست کرتے تھے کہ آپ قرآن اندر ہی پڑھا کریں تاکہ ہمارے بچے نہ سن سکیں۔

اصلاح قلب کی اہمیت

ابھی جو میں نے ماحول کے مطابق بیان کیا ہے کہ اس کے متعلق سنئے۔ ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ کسی غلط جگہ اور ناجائز مجمع میں جانا چاہتے تھے، راستہ میں خیال پیدا ہوا وہاں نہیں جانا چاہئے بس واپس چلے آئے۔ اسی طرح سے لوگ کام کریں تو راہ کھل جائے اور ایک جماعت بن جائے فضا بدل جائے۔ عمل آسان

ہو جائے قلب میں جب دیانت آتی ہے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنے دل ہی میں ہونے لگتا ہے یعنی دل بری باتوں سے روکتا ہے اور اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے ایک صاحب کہتے تھے کہ پہلے غصہ بہت کرتا تھا اب غصہ چھوڑ دیا۔ میں نے سنا تو کہا کہ غصہ منکر ہے۔ حرام ہے، غصہ کرنے والا ظالم ہوتا ہے اس کی وجہ سے اپنے متعلقین پر ظلم ہو جاتا ہے لوگ اگر اپنی اسی ایک خصلت کی اصلاح کر لیں تو دنیا ہی جنت ہو جائے مگر اصلاح کیا اس کی جانب توجہ تک نہیں کرتے کیونکہ غصہ وغیرہ چھوڑنے کو تو دین ہی نہیں سمجھتے۔ میں یہی کام کرتا ہوں آپ سے کہتا ہوں کہ جس قدر آج لوگ اس کے شکار ہیں کسی دوسری چیز کے اتنے نہیں ہیں اور کوئی رذیلہ ہو اس کی اصلاح تو کرنے ہی سے ہوگی اور اگر آدمی نہ کرنا چاہئے گا تو نہیں ہوگی اور کرنے کے لئے جذبہ اور داعیہ ہونا ضروری ہے۔ دیکھئے وہ صاحب ناجائز مجمع کی طرف جا رہے تھے لیکن قلبی داعیہ جو کہ کسی نیک ماحول کی برکت سے انہیں پیدا ہوا ہوگا اس نے ان کو روک دیا۔ بس آج ایک برائی چھوٹی کل کو دوسری چھوٹی اسی طرح سے ہوتے ہوتے ہمت بڑھتی جاتی ہے اور برائیاں کم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتی ہیں۔ باقی یہ ضروری ہے کہ قلب میں ایسا داعیہ پیدا ہو جائے۔ اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ سے اس کو طلب کرنا ہے اور اس کے لئے ان کے سامنے آہ وزاری کرنی ہوگی اور گریہ وبکا سے کام لینا ہوگا لیکن یہ طریقہ لوگ جانتے نہیں یا نفس ان کا اس پر آنے نہیں دیتا۔ بہر حال رو کر بھی لوگوں نے اپنا مقصود حاصل کیا ہے۔

آنسو بہانے کی قدر وقیمت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دیکھا کہ دو شخصوں سے ایک ہی غلطی ہوئی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو نکال دیا ان میں سے ایک تو دو چار ہی قدم چلا ہوگا کہ ایسا رویا

ایسا رویا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھو اس کے ساتھ اب کیا معاملہ ہوتا ہے۔ اتنے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے کہا کہ ان کو بلالو۔ حضرت مولانا بہت ہی رحم دل اور رقیق القلب تھے جہاں کوئی رویا اور متاثر ہو گئے اور سختی جو ہوتی تھی وہ وقتی ہوتی تھی اسی کی اصلاح کی مصلحت سے خفا ہوتے تھے۔ چنانچہ جب وہ رویا تو اس کو بلالیا اور ان دوسرے صاحب کا معاملہ بہت دنوں تک لٹکا رہا اسی کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

طفل یک روزہ ہمیں داند طریق — کہ بگرید تا رسد دایہ شفیق
تو نمی دانی کہ داہ دائگاں — کم دہد بے گریہ شیر رائیگاں

یعنی ایک روز کا بچہ (روزی حاصل کرنے کا) طریقہ جانتا ہے وہ یہ کہ روئے تاکہ شفیق دایہ آکر اس کو دودھ پلائے۔ (لیکن اے بڈھے) تو نہیں جانتا کہ وہ ذات جو سب دائیوں کی دایہ ہے (یعنی حق تعالیٰ جل شانہ) وہ بغیر روئے ہوئے یونہی مفت میں دودھ کیونکر دیدیں گے لہٰذا ان سے اگر کوئی مقصود اور مطلوب حاصل کرنا چاہتے ہو تو روؤ۔ اسی طرح فرماتے ہیں۔ ؎

اے برادر طفل طفل چشم تست — کام خود موقوف زاری داں نخست
کام تو موقوف بر زاری دل است — بے تضرع کامیابی مشکل است

یعنی اے میرے بھائی تمہارے لئے طفل تو تمہاری آنکھ ہے۔ تم اپنے مقصد کو اولا تضرع وزاری پر موقوف سمجھو اس لئے کہ تمہارا مقصود دل کی زاری ہی پر موقوف ہے۔ لہٰذا بے تضرع کے کامیابی مشکل ہے۔ (وصیۃ العرفان، نومبر ۲۰۱۱ء ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ)

☆☆☆

حضرت خواجہ غریب نواز کی نصیحتیں

ہندوستان کی سرزمین کا شاید ہی کوئی ایسا حرماں نصیب خطہ ہوگا جہاں کسی ولیٔ کامل کا مزار مرجع خاص وعام نہ ہوگا۔ اس سرزمین پر مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ بڑی عقیدت ومحبت کی نظر سے جس عظیم المرتبت شخصیت کو دیکھتے اور جنکی ایک نگہ توجہ میں اپنی قسمت کا اجالا سمجھتے ہیں وہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ومعروف شخصیت ہے جن کے قدموں کی برکت سے سرزمین ہند کو بہشت کی رعنائیاں عطا کی گئی ہیں۔ بڑے بڑے سلاطین زمانہ، عارفان وقت، علمائے دین حق نے جن کی استعانت سے فائز المرمی حاصل کی ہے۔ نہ صرف خواجہ غرب نواز کا مزار مقدس لوگوں کی توجہ کا مرکز ہے بلکہ ان کی زندگی ہر فعل وعمل تشنگان راہ کے لئے مشعل ہدایت ہے جس پر عمل پیرا ہوکر وہ (عقیدت مندان خواجہ) سعادت دارین سے سرفراز ہوسکتے ہیں اور موجودہ زمانے میں ضرورت بھی ہے کہ اس عملی اسلام کی تعلیمات کو عام کیا جائے جس نے کفرستان ہند میں ایمان کی بہار قائم کی تاکہ بدعملی کے مردہ جسم میں خوش عملی کی نئی روح بیدار ہو۔ فیشن کے جادو کے ہر ظہور کو خاکساری کی کرامت شرمسار وسرنگوں کردے۔

روحانیت کا گرتا معیار

اس دنیا میں حق و باطل، خیر و شر، اور ظلم و احسان کی معرکہ آرائی ابتدائے افرینش سے رہی ہے۔ انسان برائی کی جانب زیادہ اور بھلائی کی جانب کم متوجہ رہا ہے تاہم خدا کی رحمت نے ہمیشہ انسان کے ساتھ خیر خواہی کی ہے۔ ظلم و ضلالت کی تاریکی کے خوگر دل و دماغ کو جھنجھوڑنے کے لئے مصلحین امت کے مقدس قافلے آتے رہے ہیں مگر انبیاء و مرسلین اور مصلحین زمانہ کی تمام تر برتری کے باوجود سوائے چند ساعت کے یہ دنیا کبھی صرف اور صرف ایمان و عمل صالح کی برکت سے معمور نہیں رہی۔ ایمان کے مقابلے میں کفر و شرک اور عمل صالح کے مقابلے میں بداعمال کی مسموم ہوائیں انسانیت کی ہر بھری فصلیں جھلساتی رہیں اور کرب کی انتہا اس وقت ہوگئی جب صاحبان بیعت و ارادت، دعویداران مسند مشیخت، اخلاص والفت الٰہی کے تمام تر دعووں کے باوصف، انہیں کشتی نہیں ملتی انہیں ساحل نہیں ملتا کے مترادف دکھائی دینے لگے۔

روحانیت کے معنی بدل گئے، رنگ برنگے لباس الفت و عشق الٰہی کی جدید علامت بن گئے۔ مریدوں کا حلقہ زرخیز کھیت بن گیا۔

خواجہ غریب نواز کی تعلیمات بلفظ دیگر اسلام کی باعظمت تعلیم ان دونوں میں سے ہر ایک طبقے کے لئے آب حیات کا درجہ رکھتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں ”عارف سے ادنیٰ سی بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ملک و مال سے بیزار ہو جاتا ہے“۔

خود خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھی ایسی ہی رہی اور آپ نے صرف دو معمولی چادر پر اکتفا کر کے زندگی بسر کی۔ ایک کمر سے بندھی رہتی تھی۔ اور دوسری

چادر جسم سے لپٹی رہتی تھی۔ نہ کبھی عالی شان محل کا خیال دل میں آیا اور نہ ہی کبھی لباس فاخرہ کی تمنا دل میں بیدار ہوئی۔

شیوخ کی امیری اور فقیری

آج دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اونچے اونچے محل اور خوبصورت و زرنگار کپڑے شیوخ کی ضروریات میں شامل ہیں۔ پہلے لوگ اپنے شیخ کی فقیری پر ناز کرتے تھے آج لوگ شیخ کی امیری پر ناز کرتے ہیں۔ میری رائے ہرگز یہ نہیں ہے کہ شیوخ ترقیات زمانہ سے مستفید نہ ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے دیا ہے تو ضرور اچھے مکان میں رہیں اور اچھے اور خوبصورت پہنیں مگر یہ کہاں کی روحانیت ہے کہ یہ ضروریات مریدین کی جیب سے پورے ہوں اور مریدوں کے حلقہ میں سالانہ دورے سے حاصل ہوں، اس سے شان تقویٰ مجروح ہوتی ہے اور یہ تو ایک طرح کا سوال وگداگری ہے جسے شیخ وعارف کا توکل برداشت نہیں کرتا۔ اس طرح کی مثالیں اکابر والیاء کی زندگی میں نہیں ملتیں خواجہ غریب نواز نے فرمایا: ''ہر وہ عارف جس میں تقویٰ ہو اگر وہ گداگری کرے تو لقمۂ حرام کھاتا ہے''۔

رشد وہدایت کے طالب

ادھر مرید کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے وہ تمام ترنجات کا ذریعہ صرف شیخ کی دست و پابوسی کو سمجھتا ہے اور پوری زندگی شیخ وعارف کے قدموں میں گذارنے کے باوجود روحانیت کی ایک سیڑھی بھی نہیں چڑھ پاتا۔ خواجہ غریب نواز کی قولی وعملی زندگی اس بے فیض طریقہ بیعت وارادات کی سخت تردید کرتی ہے اور مرید وشیخ کو اپنا طریقہ بدلنے کا درس دیتی ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جب خواجہ عثمان ہارونی سے مرید ہوئے تو سیر العارفین کے منصف کے مطابق ڈھائی سال، سیر

الاولیاء، اخبار الاخبار وغیرہ تصانیف کے مطابق ۲۰ رسال تک غلاموں کی طرح شیخ کی خدمت کرتے رہے، دس سال تک اپنے پیرومرشد کے ساتھ سیاحت کی، دوران سفر مرشد کا بستر اور دوسری چیزیں اپنے سر پر رکھ کر چلتے تھے۔ یقیناً ان خدمات کا مقصد خوشنودیٔ شیخ اور روحانی مدارج کا حصول تھا۔

اگر یہی مقصد رشد و ہدایت کے طلب کی تمنا دل میں رکھ کر مرید اپنے شیخ کے دامن سے وابستہ ہو تو یقین مانئے مرید کی طلب صادق پیر کامل کی دعاؤں سے ضرور برآئے گی اور سلسلۂ بیعت وارادت کا بگڑا مفہوم بھی صحیح صورت میں لوگوں کے سامنے آجائے گا۔ شیخ کو چہرہ پر غازہ اور لباس پہ عطر چھڑکنے سے زیادہ روحانیت کے فیوض وانوار، اپنے اندر پیدا کرنے کی فکر ہوگی اور مرید کو دنیاوی جاہ وطلب سے زیادہ اصلاح قلب ونفس کی کوشش کرنے والے شیخ کی ضرورت ہوگی۔

جو کچھ اوپر مذکور ہوا اس سے مراد کسی شخصیت اور خانقاہ پر کیچڑ اچھالنا نہیں ہے اور نہ ہی کسی مرید صادق کا مذاق اڑانا ہے۔ ہاں جو کچھ احوال دیکھنے سننے میں آئے ہیں۔ انہیں چند لفظوں میں بیان کیا گیا ہے اور اس کرب و بے چینی کو آج سطحی نظر رکھنے والے لوگ بھی دیکھتے اور افسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا موجودہ زمانہ کا تقاضا ہے کہ مرید وشیخ دونوں اپنی روش کو بدلیں اور اس کا بہترین ذریعہ حضرت خواجہ غریب نواز کی تعلیمات میں پوشیدہ ہے۔

عارفوں وشیوخ کے لئے آپ نے کیا پتے کی بات کہی ہے:

عارف وہ جو اپنے آپ کو راہ خدا میں جلادے

مریدوں کا مقصد کیا ہونا چاہئے وہ آج کے مرید سے سمجھ میں نہیں آسکتا جو کروڑ پتی بننے کیلئے، اولاد کے لئے، کاروبار کی ترقی کیلئے مرید ہوتے ہیں ان تمام

خرافات کا رد خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کرتی ہے۔ آپ نے کہا ہے: ''جب تک مرشد کی تربیت (روحانی) حاصل نہیں ہوگی منزل تک نہیں پہنچے گا''۔

خواجہ غریب نواز نے جس منزل تک پہنچنے کی بات کہی ہے اس سے بڑھ کر کوئی منزل ہی نہیں ہے اور وہ ہے معرفت الٰہی۔

اسلامی عبادات کی تعلیم

اسلام کے جملہ عبادات نہ صرف ان کے کرنے والوں کے لئے مفید ہیں بلکہ اس کے برکات عالمگیر ہیں۔ جب ہمارا اسلامی معاشرہ ان خصوصیتوں کا حامل تھا تو غیروں کو کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی کہ اسلام سچا دین ہے یا تمہاری بھلائی اسلام سے وابستگی میں پوشیدہ ہے بلکہ اسلامی عبادات کی خصوصیت اسے اسلام قبول کرنے اور اسلام کی برتری تسلیم کرنے پر مجبور کرتی تھی مگر آج صرف بڑے کا گوشت کھالینے کا نام لوگ مسلمانی سمجھتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے اسلامی عبادت پہ بہت زور دیا ہے اور ارکان اسلام کی مفید تشریح فرمائی ہے۔

نماز کی تعلیم

نماز ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے اور محبت الٰہی کا نمونہ ہے کہ انسان اپنے ہر کام کاج کو چھوڑ کر رب العالمین کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے مگر آج نماز سے غفلت کا جو حال ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

(شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال)

حضرت خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں: کیسے ہیں وہ مسلمان جو وقت پر نماز ادا نہیں کرتے اور اس قدر دیر کرتے ہیں کہ وقت گذر جاتا ہے اور اپنے کلمہ کی تائید حدیث سے کرتے ہیں: ''مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلوٰۃِ'' دو وقت کی نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

خواجہ غریب نواز کے دل میں اس حدیث پاک کی کیا وقعت تھی اور کس قدر نماز کے اہتمام کا خیال تھا یہ ان کے اقوال کریمہ سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ آپ نے اہتمام نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا، ایک بار میرا گذر ایسے شہر میں ہوا جہاں لوگ وقت نماز سے قبل تیار ہو جاتے تھے میں نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے کہ تم وقت سے پہلے تیار ہو جاتے ہو؟ ان لوگوں نے مجھ سے کہا تاکہ وقت ہونے پر اول وقت میں نماز پڑھ لو، اگر وقت گذر گیا تو یہ چہرہ اللہ و رسول کو کیسے دکھاؤں گا کیوں کہ حدیث میں آیا ہے:

''عَجِلُوْا بِالتَّوْبَۃِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَعَجِلُوْا بَالصَّلوٰۃِ قَبْلَ الْفَوْتِ''.

(الحدیث)

آپ فرماتے ہیں: میں نے فقیہ ابواللیث کی کتاب میں دیکھا ہے کہ روزانہ ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ جو شخص خدا کا فریضہ ادا نہیں کرتا بخشش سے محروم ہو جاتا ہے۔ دوسرا فرشتہ پکار کر کہتا ہے جو رسول خدا ﷺ کی سنت ترک کرتا ہے وہ آپ کی شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے۔

غیر مسلموں کو اسلام سمجھنے کا موقعہ دیں

اگر مسلمان دور حاضر میں تعلیمات خواجہ کو اپنالیں کہ نماز نہ چھوٹنی چاہئے اور نہ ہی وقت گذار کر پڑھنا چاہئے تو غیر مسلموں کو اسلام سمجھنے کا قریب سے موقع ملے

گا۔ ان کا دن رات میں ساری دنیا سے بیگانہ گرد و پیش سے بے خبر ہو کر عاجزی سے سر نیاز بارگاہ خداوندی میں جھکانا دنیا کے لئے لائق دید و عبرت نظارہ ہوگا۔

عجب نہیں کہ ان کے نیازِ بندگی دیکھ کر اور محبت الٰہی کا مشاہدہ کر کے وہ اسلام قبول کرے اور اگر بدقسمتی سے نہ کر سکے تو موجودہ زمانے میں اسلام کا جو مفہوم شر پسندوں نے دنیا میں پھیلایا ہے اس پر جرح و تنقید کا حوصلہ ضرور پیدا ہو جائے گا کہ اسلام دہشت گردی کا نہیں بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریزی اور عجز و انکساری کا نام ہے۔

موجودہ زمانہ میں دنیا زبانی دعوؤں سے ہٹ کر عملی زندگی میں اس کے مظاہر دیکھنا چاہتی ہے کہ آیا دعویدار اپنے دعویٰ کے مطابق اسلام کو اپناتا ہے یا نہیں اور واقعی اسلام و احکام اسلام کی بجا آوری میں اپنا فائدہ سمجھتا ہے یا نہیں؟ مگر افسوس کہ آج فرصت نماز ہمارے لئے زحمت اور فرصت ولہو ولعب رحمت ہے۔ ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ایک ایمان والے کیلئے بڑی سعادت ہے یہ ہے کہ ساری دنیا سے بے نیاز ہو کر بارگاہ الٰہی میں بےفکری سے نماز پنج گانہ پڑھنے کی توفیق مل جائے۔

اچھے عمل کی توفیق اچھی علامت

خواجہ ہند ایک مکتوب میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

''ایک بار ناچیز مرشد کی بارگاہ میں حاضر تھا ایک شخص نے کہا کہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ مجھے قرب الٰہی حاصل ہو گیا؟ شیخ نے کہا اچھے عملوں کی توفیق بڑی اچھی شناخت ہے۔ یقین مانو جسے عمل صالح کی توفیق مل گئی، اس کے لئے قرب کا دروازہ کھل گیا۔ خواجہ غریب نواز نے اشکبار ہو کر فرمایا، ایک لونڈی تھی جو مالک کے گھر یہ آدھی رات کو اٹھ کر خدا کی عبادت کرتی تھی ایک رات نماز پڑھنے کے بعد کہہ رہی تھی خدا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اپنے قرب کا شرف دیا۔

اب آسانی سے دور نہ کرنا۔ مالک نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا کہ تمہیں خدا کا قرب مل گیا ہے؟ لونڈی نے کہا، اس وجہ سے کہ اس نے مجھے آدھی رات میں اٹھ کر عبادت کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ یہ سن کر مالک نے اسے آزاد کر دیا۔

نماز کے متعلق تعلیم دیتے ہوئے حضرت خواجہ لکھتے ہیں: نماز دو قسم کی ہوتی ہے ایک عابد وزاہد اور علماء فقہا کی نماز جو صرف قول وفعل تک محدود رہتی ہے مگر اس سے وصال الٰہی میسر نہیں آتا اس کی رسائی صرف عالم ملکوت نفسانی تک ہوتی ہے۔ دوسری نماز انبیاء اولیاء اور خلفا کی ہے حضور قلب سے ادا کی جاتی ہے۔ اس کا ثمرہ وصال الٰہی ہے اور اس کی رسائی عالم جبروت رحمانی تک ہے۔

روزہ کی تعلیم

روزہ کی تعلیم دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ روزہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو تمام خواہشات سے مبرا کر لے نہ دل میں خیال جنت ہو نہ دنیا کی جاہ طلبی، اللہ کے سوا کسی کا خیال نہ ہو۔ اللہ کے علاوہ کسی کا خیال کرنا روزہ کو توڑ دینے والی چیز ہے اور روزہ کا حاصل یہ ہے کہ آدمی صرف اور صرف خدائے تعالیٰ کا طالب ہو کر رہ جائے۔ رَغِبَتْ عَمَّادُوْنَ اللّٰهَ. اللہ کے سوا کسی چیز کا دیدار مطلوب نہ ہو۔ اَلصِّیَامُ بِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطَرُ بِرُؤْیَتِهٖ. روزہ پر عارفانہ تعلیم کے بعد فرماتے ہیں کہ خدا نے روزہ اس لئے فرض کیا ہے کہ تم مفلسوں اور نادار کی بھوک وپیاس کو محسوس کرو اور اس کی امداد کر سکو۔

روزہ کا یہ مقصد جو خواجہ غریب نواز نے بیان فرمایا ہے اگر آج انسان سمجھ لے تو اس کا خدا سے ٹوٹا رشتہ جڑ جائے گا اور روئے زمین سے مفلسی کی لعنت اور دوسروں کی مفلسی پر قہقہہ لگانے کے رسم بد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

زکوٰۃ کی تعلیم

زکوٰۃ کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمایا کہ شریعت لوگوں پر دوسو دینار پر پانچ دینار صدقہ وزکوٰۃ دینے کا پابند کرتی ہے۔ یہ نصاب زکوٰۃ شریعت کا عائد کردہ ہے اور اہل فتویٰ کا طریقہ ہے۔ مگر صاحب تقویٰ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دوسو میں پانچ دینار اپنے پاس رکھے اور ایک سو دینار خدا کی راہ میں صدقہ کردے۔

حضرت خواجہ ہند کی یہ تعلیم موجودہ زمانے کے دولت پسندوں کے لئے غور وفکر کی دعوت ہے جو تقویٰ کی راہ پر چلنے کے دعویدار کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ ان کو شریعت کے فتویٰ پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔

حج کی تعلیم

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے لئے یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ وہ سوچیں کہ آج ہمارے اعمال ہماری ذات پر دیرپا اثرات نہیں چھوڑتے۔ ریاکاری اور عیاری کی ہمارے دل پر حکومت ہے۔ ہم مسجد کے نمازی بن جاتے ہیں، کعبہ کا طواف کرکے حاجی بن جاتے ہیں مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ کی حقیقی الفت ومحبت ہمارے دل ونگاہ کو میسر نہیں آتی۔ خواجہ غریب نواز نے تعلیم دی ہے کہ:

انسان کا وجود بمنزلہ ایک چاردیواری کے ہے اگر اس میں سے شک وشبہ اور غیر اللہ کا پردہ دور کردیا جائے تو دل کے صحن میں ذات حق کا جلوہ نظر آئے گا اور یہی حقیقی حج ہے اور اس حقیقی حج کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو اسطرح مٹادے کہ ظاہر وباطن میں یکساں پاکیزہ ہوجائے اور دل ونگاہ محبت الٰہی کا اسیر ہوجائے۔ انسانی دل خانۂ کعبہ ہے: قَلْبُ الْاِنْسَانِ بَيْتُ الرَّحْمٰنِ. انسان کا دل اللہ کا گھر ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَرْشُ اللّٰهِ. مومن کا قلب عرش الٰہی ہے۔

یہ تمام تعلیمات آپ نے مسجد کے نمازیوں اور کعبہ کے حاجیوں کے اندر حقیقی الفت الٰہی کے فقدان کی بناء پر کی ہے کہ سوچو کیا وجہ ہے کہ تم ان مدارج کو طے نہیں کرپاتے جس کے حصول کی خاطر عبادتِ حج ادا کرلیا کریں۔ اس طرح کے خیال کی تردید خود ان کے اعمال سے ہوتی ہے۔ ''بزم صوفیہ'' کے مطابق ہر سال آپ خانہ کعبہ کے حج کیلئے اجمیر سے ملہ مکرمہ پیدل تشریف لے جایا کرتے تھے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ شرعی عبادات ہیں جنہیں مسلمان کرتے ہیں مگر خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ہمیں اخلاص نیت کے ساتھ ان اعمال کو ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

موجودہ زمانے میں لذتِ سجدہ سے محروم پیشانیوں کیلئے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم خاص اہمیت رکھتی ہے۔ روزے کے حقیقی مقصد کا فقدان ہمیں تعلیمات خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی میں اپنی دولت وقت کے ماروں پر نثار کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ زکوٰۃ جس سے ایک معتدبہ مال دار طبقہ پہلوتہی کررہا ہے، خواجہ غریب نواز کی تعلیم ان دنیا پرستوں کو راہ خدا میں جی کھول کر خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

حج کے مقدس فریضہ کی ادائیگی میں صرف آب زم زم کے تحفہ کو کل کائنات سمجھنے والوں کو خانۂ دل کو خانہ خدا بنانے کی ترغیب دیتی ہے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تعلیم

انسانی زندگی ہمیشہ ایک سمت نہیں چلتی، بہاروں بھری زندگی میں کبھی نہ کبھی مفلسی کا بھی گذر ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی غربت وافلاس بھی قبر تک ساتھی نہیں۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرٰی اِنَّ مَعَ الْیُسْرِ عُسْرًا. قابل غور امر یہ ہے کہ صاحب ثروت کا برتاوٴ ایک بے کس مفلس کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں خواجہ غریب نواز کی تعلیمات ملاحظہ کیجئے آپ فرماتے ہیں۔ جو بھوکے کو شکم سیر و سیراب کرتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کی ہزار حاجتیں پوری کرتا ہے اس کو دوزخ سے خلاصی ملتی ہے اس کے اور دوزخ کے درمیان سات حجابات پیدا ہوجاتے ہیں۔

آج معاشرہ میں جو برتاؤ مفلسوں کے ساتھ ہے اس کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ امیروں کی مغرورانہ چال سے موت کے پھندے پہ لٹکتی زندگی کی زلف برہم سنوارنے کا ذوق مفلس کے دل میں پیدا ہو نیز کرم فرمائی کی بدولت امیروں کی احسان شناسی کا بھی جذبہ بیکسوں کے دل میں پیدا ہو۔ اَلْاِحْسَانُ یَقْطَعُ اللِّسَانَ. خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں۔ جس نے دنیا میں ضعیف وناتواں سے الفت بڑھائی اس کے خورد ونوش کا انتظام کیا سمجھو اس نے جنت حاصل کرلی۔

مسلم آزاری سے باز رہنے کی تعلیم

آج ہمارا شیرازہ منتشر اور اتحاد پارہ پارہ ہوگیا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سب وشتم ہی نہیں قتل بھی کرڈالتا ہے بے شرمی کی انتہا ہے کہ ایک سگا بھائی اپنے بھائی کا قتل زر، زن، زمین کی خاطر کررہا ہے۔ اس کا سبب تعلیمات قرآنی سے بیزاری ہے۔

اگر ہمارے اندر قرآن وسنت پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوجائے تو مسلم آزاری تو کجا کبھی کسی مسلمان کو ترچھی نظر سے نہیں دیکھیں اور ہمارا معاشرہ مستحکم ومضبوط ہوجائے۔ عقیدت مندان غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ضروری ہے کہ صرف خوبصورت منارو مناظر کی یاد لیکر اجمیر سے واپس نہ لوٹیں بلکہ تعلیمات خواجہ کو سمجھنے اور عملی زندگی میں لانے کی کوشش کریں۔ آپ فرماتے ہیں: اہل سلوک کے نزدیک اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بلاوجہ ستائے۔ قرآن کریم میں آیا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِغَیْرِ مَا کْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَاناً وَّاِثْمًا مُّبِیْناً.

پھر بطور تعلیم یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک ظالم بادشاہ نے ایک زمانے سے اپنی رعایا کو پریشان کرر کھا تھا مدتوں بعد لوگوں نے اسے مفلسی اور مفلوک الحال میں دیکھا۔ایک شخص نے کہا تو وہی ظلم پرور شہنشاہ ہے جو کسی پر ترس نہیں کھاتا تھا؟ بادشاہ نے کہا تو مجھے کب سے جانتا ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا جب تو بادشاہ تھا۔تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا میں نے لوگوں پر ظلم ڈھایا تھا اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اس صورت میں کھڑا ہوں۔

یہ تعلیم غریب نواز ہمیں بتلائی ہے کہ حکومت وشوکت کے زمانے میں لوگوں پر ستم نہیں ڈھانا چاہئے۔موجودہ زمانے کے سیاست داں اور ارباب اقتدار لوگ بار بار اس تعلیم کو پڑھیں جو صرف خواجہ غریب نواز سے عقیدت کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ پھولوں کی ڈلیا سر پر رکھو حاضر دربار ہو جاؤں اور چند گز کپڑے پیش کر دو، یہی ہمارا فرض محبت ہے۔اگر واقعی انہیں غریب نواز سے عقیدت ہے تو ہندوستان میں کہیں بھی انسان تو کجا کتے کا بھی ظلماً قتل نہیں ہونا چاہئے اگر یہ شعور پیدا ہو گیا تو پھر ان شاء اللہ ان کے اقتدار کا زمانہ بھی دراز ہوگا اور عاجزوں وبے کس کی دعاؤں کے طفیل شوکت وسلطنت کی محافظت بھی ہوگی۔

جھوٹ سے باز رہنے کی تعلیم

جھوٹ انسان کے لئے کتنا مہلک ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے مگر افسوس کہ آج انسانی جاہ وحشم کی ساری عمارت جھوٹ کی دیوار پر کھڑی ہے یہی وجہ ہے کہ آج انسانی زندگی جہنم بن چکی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو جھوٹ بولتا ہے اس کا گھر ویران ہو جاتا ہے اس کے گھر سے خیر وبرکت اٹھ جاتی ہے۔

آج بالخصوص مسلمان اور بالعموم تمام انسانوں کیلئے ضروری ہے کہ سچائی کو اپنائیں اور تجارت و معیشت، سیاست و قانون کی دیوار کی از سر نو تعمیر سچائی کی اینٹ پر کریں تا کہ برباد ہوتی دنیا کی عمریں دراز ہو، اور خوش حال معاشرہ کی پرواز کرتی روح دوبارہ پلٹ آئے یہ اسی وقت ہوگا جبکہ ہر طرف سچائی کی بہار نظر آئے گی۔

سرکشی و برائی سے روکنے کی تعلیم

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے بے اعتنائی کا ماحول پیدا ہوتے ہی ہمارے معاشرہ میں ظلم و برائی کی روک تھام برائے نام رہ گئی ہے۔ ہمارے ملکی قوانین بھی مال وزر کی نذر ہوتے جا رہے ہیں۔ اچھائی کو روکنے اور برائی کو پنپنے کا ماحول بڑی تیزی سے جڑ پکڑتا جا رہا ہے اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی رہنمائی ملاحظہ ہو۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ظلم کو دیکھو تو طاقت سے روک دو، یہ اگر ممکن نہیں تو زبان سے روک دو۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم از کم دل سے برا مانو اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔ (حدیث)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ. اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ (قرآن)

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو برائی سے روکنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک بزرگ کو میں نے دریائے دجلہ کے کنارے صومعہ میں خلوت گزیں دیکھا۔ حاضر بارگاہ ہوکر ادب سے سلام کیا۔ اشاروں میں سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کو کہا پھر درویش نے مجھ سے کہا میں پچاس برس سے اس جگہ گوشہ نشیں ہوں کبھی تمہاری طرح میں بھی سیاحت کرتا تھا۔ ایک بار ایک سخت گیر آدمی کو لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہوئے دیکھا اور میں نے اسے ظلم سے باز رہنے کی تعلیم نہ دی اور چشم پوشی کی۔ غیب سے آواز آئی اے درویش! اگر تو اسے ظلم سے باز رہنے کے لئے کہہ دیتا

تو تمہارا کیا بگڑ جاتا لیکن تو نے صرف ترک مروت کے خوف سے ایسا نہیں کیا پھر کہنے لگے اس دن سے مجھے اتنی شرمندگی ہوئی کہ صومعہ میں معتکف ہو گیا۔

سوچتا ہوں کہ اگر باہر نکلا اور ظلم و برائی کو دیکھا اور باز آنے کی تعلیم نہ دی تو خدائے تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ میں نے اس دن سے قسم کھائی کہ باہر نہیں جاؤں گا تا کہ کسی واقعہ کا گواہ نہ بنوں۔

خواجہ غریب نواز کی حیات وتعلیمات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کو ظلم سے روکنے کا جذبہ پوری زندگی ان کے اندر کارفرمارہا چنانچہ ایک مرتبہ ایک بے کس کسان کا قطعہ ارضی سلطان شمس الدین التمش کے کارندوں نے جبراً ہڑپ لیا۔ وہ مجبور غریب نواز کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بذات خود سلطان شمس الدین التمش کے پاس گئے اور اس غریب کسان کی سفارش کی۔ بادشاہ نے کہا حضور کو زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں تھی فقط حکم دے کر کسی کو بھیج دیتے تو یہ خادم آپ کے حکم کی تعمیل میں کوئی تامل نہ کرتا۔

حضرت غریب نواز نے کہا مظلوم کی حمایت میں جو وقت گذرتا ہے وہ عبادت میں شمار ہوتا ہے اس لئے میں خود ہی چلا آیا۔

خدمت خلق کی تعلیم

خدمت خلق کی تعلیم دیتے ہوئے آپ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس سے بہتر کوئی طاعت نہیں۔ قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا وہ کون سی طاعت ہے جس سے بہتر کوئی طاعت نہیں؟ فرمایا، عاجزوں کی فریادرسی، حاجت مندوں کی حاجت برآری اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ ان سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں۔

مذکورہ بالا سطور آج کی معاشرتی زندگی میں کتنے فوائد رکھتے ہیں۔ اسے نافذ العمل کر کے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آج کتنے لوگ ہیں جنکا محبوب مشغلہ اور پسندیدہ کام خدمت خلق ہے؟ اپنے حقوق کی لڑائی تنہا لڑنے والے بے کس کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہونے کا حوصلہ کتنے لوگ رکھتے ہیں؟

آج مسلم ممالک وافراد کے مابین انتشار کا عالم یہ ہے کہ ایک مسلم ملک دوسرے مسلم ملک کو فنا کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

ایک ظالم بزور دولت مسلمان کے ہی ملک کو استعمال کر رہا ہے اور ایک مسلمان کا قتل مسلمان کے ذریعے کرا رہا ہے مگر بے حسی کا عالم یہ ہے کہ مسلمان قال اللہ وقال الرسول کے بجائے قال الفاسق قال الظالم پر عمل کر رہے ہیں۔ ؎

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تم ہائے گل پکار وہم ہائے دل پکاریں

معاشرتی زندگی کا عالم یہ ہے کہ شادی بیاہ اور دیگر رسوم کی ادائیگی پر خون پسینہ کی کمائی بے تحاشہ صرف ہو رہی ہے دوسری طرف چند خوراک دوا کے لئے تڑپتے انسان اور جوان بیٹی کو دیکھ دیکھ کر کڑھنے والے انسان اور دیگر ضرورت مندوں تک ضروریات حیات نہیں پہنچتی۔ اگر ان کے تدارک کی صورت مسلمان پیدا کر لے تو کیا اس سے مفلس کے جان وایمان کی حفاظت نہ ہوگی اور اگر یہ برتاؤ غیر مسلموں کے ساتھ کیا جائے تو وہ اس خلوص کو دیکھ کر اسلام کا مداح نہیں ہو جائے گا بلکہ عجب نہیں کہ وہ ایک دن مسلمان ہو جائے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگی قرآن وسنت اور اقوال صوفیا کی روشنی میں گذاریں۔

صحبت ابرار اختیار کرنے کی تعلیم

یہ بات بلاتفریق مذہب وملت ہر باشعور فرد جانتا ہے کہ صحبت کا اثر انسان پر ضرور پڑتا ہے جو جیسی صحبت اختیار کرتا ہے وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ ہر ماں باپ خواہ ہندو ہوں یا مسلم اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے بچے اچھے کی صحبت اختیار کریں اور بروں کی صحبت سے بچیں۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار اس کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: **الصحبة التاثر**. صحبت میں اثر ہے۔ اگر کوئی برا شخص نیک کی صحبت اختیار کرے تو امید ہے کہ اچھا ہو جائے گا اور اگر ایک شخص بروں کی صحبت میں بیٹھے گا تو برا ہو جائے گا۔

آپ فرماتے ہیں کہ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت بد کام سے برا ہے۔ مگر افسوس ہے انسان کی طبع ازاد پر جو ظاہری حسن کا دیوانہ اور بروں کا مصاحب ہے۔ آج انسان بروں کی صحبت پر فخر کرنے لگا ہے، سنیما ہال اور برائی کے اڈوں کی رونق بڑھانے لگا ہے اور نیک باتیں سماعت پر بوجھ بن گئی ہیں اور نیکوں کی صحبت سے تنفر پیدا ہو گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ خواجہ غریب نوازؒ کی تعلیمات کی اہمیت اجاگر کی جائے اور انسان اپنی بھلائی کیلئے اچھوں کی صحبت اختیار کرے تاکہ اسکے دین و دنیا سنور جائیں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے اپنے بھائی شیخ شہاب الدین سہروردی سے سنا ہے کہ دنیا میں دو چیزیں خوشتر ہیں اول صحبت فقرا، دوم حرمت اولیاء، آپ زندگی بھر فقیرانہ طور طریقے کے عادی رہے اور فقراء کے مصاحب رہے اور عمر بھر اولیاء اللہ کی تعظیم بجالاتے رہے کبھی کسی اللہ والے کی بے حرمتی نہیں کی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم نقل کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص اللہ والوں کی غلامی کرتا ہے وہ ضرور واصل حق ہو جاتا ہے اور جو شخص بروں کی صحبت

اختیار کرتا ہے اس کی وقعت گھٹ جاتی ہے۔ ہمیں اللہ والوں کی تعظیم کرنی چاہئے اور ان سے دل کا اجالا طلب کرنا چاہئے۔ اپنے آپ کو دیکھنے کی مغرورانہ عادت پیدا ہوگئی ہے اسے ترک کرنا چاہئے۔

آپ فرماتے ہیں: خود پرستی اور نفس پرستی بت پرستی ہے۔ جب تک خود پرستی نہ چھوڑے گا، خدا پرستی حاصل نہ ہوگی۔

دوسروں کی زبان سیکھنے کی عملی تعلیم

دورِ حاضر میں ہندوستان کا پڑھا لکھا طبقہ اب تک انگریزی اور دوسری زبان کے متعلق صحیح فیصلہ نہیں کر پایا ہے کہ اسے پڑھایا جائے یا نہیں۔ حالاں کہ آج انگریزی زبان وادب ایک عالمگیر زبان وادب ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ انگریزی جاننے والا کبھی بھوکا نہیں رہتا۔ یہ ان کا اپنا خیال ہے مگر ہم انگریزی کو رزاق نہیں بلکہ خالق کائنات کو رزاق مانتے ہیں۔ جہاں تک انگریزی تعلیم کی ضرورت وحاجت کا سوال ہے میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی اشاعت کے لئے یہ زبان وادب حاصل کرنا نہایت ضروری ہے نہ صرف انگریزی بلکہ کوئی بھی زبان وادب خواہ اس زبان پر کسی دین دھرم کا تشخص ہی کیوں نہ قائم ہو، اشاعت اسلام کی خاطر اس کا سیکھنا جائز ہی نہیں ثواب کا ذریعہ ہے۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کی تقدیر گونگے بن کر نہیں بدلی ہے بلکہ جب آپ کی ملتان میں تشریف آوری ہوئی تو لاہور تشریف لائے اور پانچ مساجد میں قیام کے دوران آپ نے ہندی کی تعلیم حاصل کی جب کہ تعصب کا دور دورہ تھا۔ اس دور میں پہلی بار آپ نے تعصب کی دیوار ڈھائی اور ہر زبان کے آفاقی وانسانی ہونے کی تعلیم دی۔

آپ کے اس طرزِ عمل سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ ہم دوسروں تک اپنی بات بالخصوص اپنے اسلام کو بغیر اس کی زبان کی واقفیت کے نہیں پہنچا سکتے۔ کیا یہ عملی تعلیم ہمارے لئے وہ سب کچھ فراہم نہیں کرتی ہے۔ عصر حاضر میں جس کی ہم ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔

ماں باپ کے احترام و عزت کی تعلیم

اس دور کا بھیانک المیہ یہ ہے کہ آج اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمان ہوتی جارہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کو دیکھنا عبادت ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو اولاد خدا کی خوشنودی کے لئے ماں باپ کی فرمانبرداری کرتی ہے اسے ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔

آستانہ غریب نواز پر حاضر ہونے والے نوجوان جو اجمیر سے تحفہ میں چند تاگے دھاگے ہاتھ میں باندھ لیتے ہیں اور گلے میں ڈال دیتے ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ اس تعلیم کا تحفہ لاتے اور دوسروں تک پہنچاتے اور دل و نگاہ میں ماں باپ کا احترام پیدا کرتے۔

دنیا پرستی سے باز رہنے کی تعلیم

آج انسانوں کا جو انہماک و توجہ تحصیل دنیا کے لئے ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا ان کی نگاہ میں باقی ہے حالاں کہ قرآن کا فرمان ہے: **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ** . حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا فانی ہے اور کارہائے دنیا لایعنی ہے۔ ہمیں اس دنیا میں اچھائی اور سچائی پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ ظلم، مکر و فریب سے دور رہنا چاہیئے۔ اور ہر عمل خوشنودئ خدا تعالیٰ کے حصول کیلئے کرنا چاہیئے۔☆

(ماخوذ ماہنامہ کنز الایمان دہلی جون ۲۰۱۲ء ص ۲۹ تا ۳۶ محمد ممتاز سالم رضوی)

کفن چور کی مغفرت

شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک نیک عورت کا انتقال ہوا، لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا ایک کفن چور بھی جنازے کی نماز میں شریک تھا دفن کرنے کے بعد جب سب لوگ قبرستان سے واپس چلے آئے تو یہ کفن نکالنے کے لئے اس کی قبر کے قریب گیا۔ اندر سے آواز آئی کہ یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ ایک مغفور مغفورہ کی چوری کر رہا ہے یعنی ایک ایسا شخص جس کی مغفرت کی جاچکی ہے اور وہ ایک ایسی ذات کی چوری کر رہا ہے کہ اس کی بھی مغفرت کی جاچکی ہے۔

اب ہم لوگ ہوتے تو یہ آواز سن کر ڈر جاتے اور کہتے کہ اس کو کچھ لگ گیا ہے اور پھر کسی پیر فقیر کے پاس جاتے کہ اس کو اتارو، مگر اس نے جب یہ سنا تو پوچھا کہ یہ کیسے؟ اندر سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور یہ فرمایا کہ جتنے لوگ تمہارے جنازے میں شریک ہوئے ہیں میں نے سب کی مغفرت فرمادی اور تم نے بھی میرے جنازے کی نماز پڑھی ہے اس لئے تمہاری بھی مغفرت ہوگئی یہ سنکر وہ شخص بہت ہی متاثر ہوا اپنے دل میں کہا کہ واہ رے رحمت! میں آیا تھا کفن چرانے

کے لئے اور لے کے جا رہا ہوں یہاں سے وعدۂ مغفرت۔ لوگ تو رات رات بھر اسی مغفرت کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور روتے ہیں لیکن خدا کی رحمت تو دیکھو کہ میں آیا تھا کفن چرانے کیلئے اور اسی لئے نماز میں شریک ہوا لیکن خدا نے مجھے بخش دیا۔ یہ خیال کر کے مارے ندامت کے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

تصدق اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھ کو انشا
ادھر سے ایسے گناہ پیہم، ادھر سے وہ دم بدم عنایت

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ

میں جو یہ گفتگو کر رہا ہوں ظاہر پر کر رہا ہوں۔ باطن کا اور خدا کا معاملہ جدا ہے۔ ایک عالم تھے ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ ان کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے جنازے کی نماز میں شرکت نہیں کی جو زندگی میں نہایت فاسق فاجر مشہور تھا۔ بعد مرنے کے کسی نے اس کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ کہو بھئی کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بخش دیا اور یہ فرمایا کہ جا کر ایوب کے آگے یہ آیت پڑھ: ”قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا. یعنی فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس صورت میں تم خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور آدمی ہے بڑا سنگدل۔ سبحان اللہ خدا کی رحمت اتنی وسیع ہے۔ (وصیۃ العرفان، جنوری، فروری، ۲۰۱۲ء)

☆☆☆

اب میری منزل بہت آگے ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن جنگل جا رہے تھے کہ انہوں نے ایک چرواہے کی آواز سنی۔ وہ اونچی اونچی آوازیں کہہ رہا تھا "اے میرے جان سے پیارے خدا، تو کہاں ہے؟ میرے پاس آ۔ میں تیرے سر میں کنگھی کروں، جوئیں چنوں، تیرا لباس میلا ہوگیا ہے تو دھوؤں، تیرے موزے پھٹ گئے ہوں تو وہ بھی سیوں، تجھے تازہ تازہ دودھ پلاؤں، تو بیمار ہو جائے تو تیری تیمارداری کروں۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ تیرا گھر کہاں ہے تو تیرے لئے روز گھی اور دودھ لایا کروں۔ میری سب بکریاں تجھ پر قربان اب تو آجا"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے قریب گئے اور کہنے لگے "ارے احمق، تو یہ باتیں کس سے کر رہا ہے؟" چرواہے نے جواب دیا "اس سے کر رہا ہوں جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا اور یہ زمین آسمان بنائے"۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر کہا "ارے بدبخت تو اس بیہودہ بکواس سے کہیں کا نہ رہا۔ بجائے مومن کے تو تو کافر ہوگیا۔ خبردار ایسی بے معنی اور فضول بکواس بند کر۔ تیرے اس کفر کی بدبو ساری دنیا میں پھیل گئی۔ ارے بے وقوف، یہ دودھ، لسی ہم مخلوق کے لئے ہے، کپڑوں کے

محتاج ہم ہیں۔حق تعالیٰ ان حاجتوں سے بے نیاز ہے۔ نہ وہ بیمار پڑتا ہے نہ اسے تیمارداری کی ضرورت ہے۔نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے توبہ کراور اس سے ڈر''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غیظ وغضب میں بھرے ہوئے یہ الفاظ سن کر چرواہے کے اوسان خطا ہوگئے اور وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ چہرہ زرد پڑ گیا اور بولا ''اے خدا کے جلیل القدر نبی ،تو نے ایسی بات کہی کہ میرا منہ ہمیشہ کیلئے بند ہوگیا اور مارے ندامت کے میری جان ہلاکت میں پڑ گئی''۔ یہ کہتے ہی چرواہے نے سرد آہ کھینچی۔ اپنا گریبان تارتار کیا اور دیوانوں کی طرح اپنے سر پر خاک اڑاتا ہوا غائب ہوگیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہ طور پر گئے تو خدا نے فرمایا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کیوں کیا؟ تو دنیا میں جدائی کے لئے آیا ہے یا ملاپ کے لئے؟ خبردار اس کام میں احتیاط رکھ۔ہم نے اپنی مخلوق میں ہر شخص کی فطرت الگ بنائی اور ہر فرد کو دوسروں سے جدا عقل بخشی ہے جو بات ایک کے حق میں اچھی ہے وہ دوسرے کے لئے بری ہے۔ایک کے حق میں تریاق کا اثر رکھتی ہے وہی دوسرے کے لئے زہر ہے۔ ایک کے حق میں نور اور دوسرے کے حق میں نار۔ ہماری ذات پاکی وناپاکی سے مبرّا ہے اور اے موسیٰ ، یہ مخلوق ہم نے اس لئے پیدا نہیں فرمائی کہ اسے ہماری ذات کو کوئی فائدہ پہنچے۔اسے پیدا کرنے کا مقصد یہ ہیکہ اس پر ہم اپنے کمالات کی بارش کریں۔ جو شخص جس زبان میں بھی ہماری حمد وثنا کرتا ہے اس سے ہماری ذات میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی۔ مدح کرنے والا خود ہی پاک صاف ہوتا ہے۔ہم کسی کے قول اور ظاہر پر نگاہ نہیں رکھتے۔ہم تو باطن اور حال دیکھتے ہیں۔

''اے موسیٰ علیہ السلام، خردمندوں کے آداب اور ہیں، دل جلوں اور جان ہاروں کے آداب اور''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خدا کا یہ عتاب آمیز خطاب سنا تو سخت پشیمان ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں نہایت ندامت اور شرمساری سے معافی مانگی۔ پھر اسی اضطراب اور بے چینی میں اس چرواہے کو ڈھونڈنے جنگل میں گئے۔ صحرائے بیابان کی خاک چھان ماری پر چرواہے کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اس قدر چلے کہ پیروں میں چھالے پڑ گئے لیکن تلاش جاری رکھی۔ آخر آپ اسے پالینے میں کامیاب ہوئے۔

چرواہے نے انہیں دیکھ کر کہا۔ ''اے موسیٰ علیہ السلام، اب مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے کہ یہاں بھی آ پہنچے؟''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ''اے چرواہے میں تجھے مبارک دینے آیا ہوں۔ تجھے حق تعالیٰ نے اپنا بندہ فرمایا اور اجازت عطا کی کہ جو تیرے جی میں آئے بلاتکلف کہا کر۔ تجھے کسی ادب و آداب، قاعدے ضابطے کی ضرورت نہیں۔ تیرا کفر اصل دین ہے اور دین نور جاں۔ تجھے سب کچھ معاف ہے بلکہ تیرے صدقے میں تمام دنیا کی حفاظت ہوتی ہے''۔ چرواہے نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا ''اے پیغمبر خدا! اب میں ان باتوں کے قابل ہی کہاں رہا ہوں کہ کچھ کہوں، میرے دل کا خون ہو چکا ہے۔ اب میری منزل بہت آگے ہے۔ تو نے ایسی ضرب لگائی کہ ہزاروں، لاکھوں سال کی راہ طے کر چکا ہوں۔ میرا حال بیان کے قابل نہیں اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے بھی میرے احوال مت جان۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت سے ماحصل یہ نکالتے ہیں کہ اے شخص جو تو حق تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کیا کرتا ہے کیا سمجھتا ہے؟ تو تو ابتداء سے انتہا تک ناقص اور تیرا حال و قال بھی ناقص۔ یہ محض اس پروردگار رحمٰن و کریم کا کرم ہے کہ وہ تیرے ناقص اور سادے تحفے کو قبول فرماتا ہے۔ (مثنوی مولانا روم)

☆☆☆

یہ بھی تھے اللہ والے

نماز اللہ کیلئے ہے نہ کہ بادشاہ کیلئے

ابوعبداللہ شیخ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ:

شیراز کی سیاحت سے فارغ ہوکر میں خوارزم گیا۔ وہاں حضرت شیخ بدر الدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ شیخ کے فضل وکمال کی بڑی شہرت تھی۔ وہ شاہی جامع مسجد کے امام اور خطیب تھے۔

جمعہ کے دن میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ جب خطبہ اور نماز کا وقت ہوا تو شیخ منبر پر گئے۔ اس موقع پر سلطان کے ایک معتمد نے حاضر ہوکر کہا کہ اے شیخ! آج خطبہ اور نماز میں تاخیر کیجئے یہ سلطان کا حکم ہے۔ یہ سن کر فرط غضب سے شیخ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا:

نماز اللہ کے لئے ہے یا سلطان کے لئے؟

یہ کہہ کر حسب معمول خطبہ پڑھا اور نماز کی امامت کرنے لگے۔ ایک رکعت کے بعد سلطان آیا، اس وقت تمام مسجد نمازیوں سے پر تھی، سلطان سمٹ کر ایک صف

میں کھڑا ہو گیا اور نماز ادا کی۔ جب نماز ہو چکی تو سلطان نے جا کر شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کی حق پرستی کا شکریہ ادا کیا اور اپنی غلطی کیلئے معذرت کی۔ شیخ نے فرمایا: اس جگہ ادنیٰ و اعلیٰ کا کوئی سوال نہیں۔ سلطان نے جزاک اللہ کہا اور شیخ کا ہاتھ چوم لیا۔

پتھر کو ہیرا بنا دیا

ایک مرتبہ ایک بد باطن شخص حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے تیور بھانپ لئے اور مومنانہ فراست سے اس کا ارادہ معلوم کر لیا۔ جب وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور بڑی نرمی سے فرمایا: بھائی تم جس ارادے سے آئے ہو اس کو پورا کرو میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ یہ سن کر اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر پڑا اور پھر کہنے لگا کہ مجھ کو لالچ دے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرنے پر مامور کیا گیا ہے۔ اسی مقصد کے لئے میں یہ چھری اپنی بغل میں چھپا کر لایا۔ اب میری خواہش ہے کہ اسی چھری سے آپ میرا کام تمام کر دیں تا کہ میں اپنی بدنیتی کی سزا کو پہنچوں۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ جو ہم سے بدی کرتا ہے ہم اس سے نیکی کرتے ہیں۔ تم نے میرے ساتھ کوئی بدی نہیں کی۔ یے ہ فرما کر اس کو گلے لگا لیا اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

اس شخص پر آپ کے بلند اخلاق کا اس قدر اثر ہوا کہ اسی وقت آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور دن رات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے لگا۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے اس کو پتھر سے ہیرا بنا دیا تھا۔ وہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوا اور بالآخر حجاز مقدس میں ہی سفر آخرت اختیار کیا۔

خدمتِ خلق

شیخ علاؤ الدین علاء الحق بنگالی لاہوری کے فرزند شیخ المعروف نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم کی خانقاہ کے تمام درویشوں کی خدمت اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ وہ ان کے کپڑے دھوتے۔ ان کے لئے پانی گرم کرتے، کوئی بیمار ہوتا تو رات دن اس کی تیماری داری میں مصروف رہتے۔ آٹھ سال تک وہ اس خانقاہ کے لئے لکڑیاں کاٹتے رہے۔

آپ کے بڑے بھائی اعظم خان وزیر حکومت تھے، وہ چھوٹے بھائی کو اس طرح کے کام کرتے دیکھتے تو کہتے کہ تم کس جنجال میں پڑے ہوئے ہو، میرے پاس آجاؤ تمہیں کوئی اعلیٰ منصب دلا دوں گا۔ آپ ہنس کر ٹال دیتے اور فرماتے کہ خانقاہ کی مشقت میرے لئے وزارت سے بہتر ہے۔

والد کی وفات کے بعد وہ مرجع خلائق بن گئے۔ ایک روز سوار ہو کر کسی دوسرے شہر میں جارہے تھے۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ جوق در جوق آکر آپ کے راستے پر دو رویہ کھڑے ہو گئے، آپ لوگوں کو اپنے سامنے اس طرح مؤدب دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ پوچھا گیا کہ آپ روتے کیوں ہیں؟

فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لوگوں کے دل مسخر کر دیئے اور وہ حد سے زیادہ احترام کرتے ہیں لیکن معلوم نہیں آخرت میں ہمارا کیا حال ہو۔ کل ہمیں ان لوگوں کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے۔

بہترین اخلاق کی مثال

دلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک نہایت ہی فاسق وفاجر شخص بھی رہتا تھا۔ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سخت دشمن تھا اور ہمیشہ برا بھلا کہتا رہتا

تھا۔ یہاں تک کہ جو لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت وملاقات کے لئے آتے ان کو بھی برا بھلا کہنے سے گریز نہ کرتا۔ آخر ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند نے حاکم شہر سے اس کی گستاخیوں کا ذکر کر کے اسے گرفتار کرا دیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ارادت مند سے کہا کہ تم نے ہمارے پڑوسی کو کیوں گرفتار کرا دیا۔

اس نے عرض کی کہ اس شخص کی گستاخیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں حد سے بڑھ گئی تھیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں کیا اور میری شان کیا، جو کچھ وہ مجھے کہتا تھا میں اس سے زیادہ خود کو گنہگار سمجھتا ہوں۔

مرید نے عرض کی کہ یہ شخص نہایت شریر ہے۔

آپؒ نے فرمایا: بھائی تم ایک صالح اور نیکوکار آدمی ہو اس لئے دوسرے لوگ تمہیں بدکردار اور بداعمال نظر آتے ہیں میں تو اپنے سے زیادہ برا کسی کو نہیں دیکھتا۔

مرید بہت شرمندہ ہوا اور اسی وقت اس شخص کو رہا کرا دیا۔

اس حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگی اور ایذا رسانی سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔

اہل حق یوں جاتے ہیں دنیا سے......

فقر اختیار کرنے سے پہلے ایک دن حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی عطاری کی آراستہ وپیراستہ دکان میں بڑی شان سے رونق افروز تھے۔ کسی طرف سے ایک درویش ادھر آ نکلا۔ اس نے حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا بابا راہِ خدا میں فقیر کو کچھ دے دے۔

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنے کام میں مصروف تھے انہوں نے درویش کی طرف کوئی توجہ نہ کی جب اس نے بار بار اپنا سوال دہرایا تو حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا..... ''میاں اپنا راستہ لو۔ دیوانوں کی طرح کیوں گھور رہے ہو''۔

درویش نے بے نیازی سے جواب دیا۔ ''بابا میں تو اپنا راستہ لوں گا لیکن تم اپنا راستہ کس طرح لوگے''۔

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے:

''میرے تمہارے راستہ لینے میں کیا فرق ہوسکتا ہے؟''

درویش نے سوال کیا:

''اچھا تو کیا میری طرح مرسکتا ہے؟''

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد سے کہا ''ہاں بے شک''

درویش مسکرایا اور بولا:

''اچھا تو پھر دیکھ میں کیسے مرتا ہوں.....!

یہ کہہ کر درویش اپنا کمبل سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا اور پھر ایک بار زور سے یا اللہ کہہ کر واصل بحق ہوگیا۔

یہ واقعہ دیکھ کر حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی حالت متغیر ہوگئی۔ ساری دکان کھڑے کھڑے خیرات کردی اور راہ فقر اختیار کرلی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

☆☆☆

جسے ہم اسیرِ بلا نہیں کرتے اسے ہم اولیاء نہیں کرتے

ابتلاء وآزمائش، مصیبت وپریشانی اور تکلیف وبے چینی ایک ربانی سنت اور الٰہی طریقہ ہے۔ بنی نوع انسان نہ کبھی اس سے محفوظ وسالم رہے ہیں اور نہ رہ سکتے ہیں۔ انبیاء ورسل سے لے کر عام انسانوں تک جو بھی اس جہاں رنگ وبو میں تشریف لائے سب کے سب ابتلاء وآزمائش میں مبتلا کیے گئے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ''وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ''۔

''ہم تم لوگوں کو برائی وبھلائی کے ذریعہ آزمائش میں ڈالیں اور تم لوگ ہمارے ہی پاس لوٹائے جاؤ گے''۔ (انبیاء:۳۵)

چنانچہ انسان کو اپنے نفس وجان، مال ودولت اور آل واولاد میں جو کچھ بھی نفع ونقصان پہنچتا ہے وہ سب اللہ کی جانب سے مقدر ومتعین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ''۔ ''دنیا میں نہ کوئی مصیبت آتی ہے اور نہ تمہاری جانوں میں مگر ہمیں اس کو پیدا کرنے سے وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ کام اللہ پر بالکل آسان ہے''۔ (حدید:۲۲) اور فرمایا: ''وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ

مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ "۔ "اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھولوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدیجئے"۔ (بقرہ:۱۵۵) آزمائشیں نوع بنوع اور قسم قسم سے ہوتی ہیں۔ کبھی جانی ،کبھی مالی، کبھی معاشی، کبھی ذراعتی، کبھی تجارتی اور کبھی معاشرتی، کبھی بڑی آزمائش، کبھی چھوٹی آزمائش اور کبھی متوسط۔

اگر بندہ مصائب وتکالیف میں مبتلا ہوتا ہے، اور صدقہ اولیٰ کے وقت صبر کرتا ہے، اللہ کے قضاوقدر پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے مقام ومرتبہ کو بلند کر دیتا ہے۔ پیارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَايَزَالُ الْبَلاَءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِ الْمُؤْمِنَةِ فِيْ جَسَدِهِ وَفِي مَالِهِ وَفِيْ وَلَدِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ". "مومن مرد اور مومن عورت کو جسمانی، مالی اور اولادی آزمائشیں ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اس حال میں کہ اس کے برابر کوئی گناہ نہیں ہوگا"۔ (احمد ترمذی صحیح الالبانیؒ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسی عورت سے ہوا جو ایک قبر کے نزدیک رو رہی تھی۔ مسلم کی روایت میں ہے وہ اپنے لخت جگر کے اوپر رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اِتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرْ". "اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ چنانچہ اس نے کہا مجھ سے دور ہو جاؤ۔ بے شک تجھے میری جیسی مصیبت لاحق نہیں ہوئی ہے اور اس نے آپ ﷺ کو نہیں پہچانا۔ اس سے کہا گیا وہ نبی ﷺ ہیں۔ وہ بھاگی بھاگی آپ کے دروازے پر حاضر ہوئی اس نے وہاں کوئی دربان نہیں پایا چنانچہ اس نے کہا میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صبر پہلے صدقہ کے وقت ہی ہے"۔ (بخاری ومسلم)

تکلیف کفارۂ گناہ بن جاتا ہے

اللہ کی طرف سے آزمائشیں کئی طریقے سے ہوتی ہیں کبھی جان میں، کبھی اولاد میں اور کبھی مال میں۔ اگر انسان یا مومنین اس پر صبر کرتے ہیں تو آزمائشیں گناہوں اور خطاؤں کے لئے کفارہ بن جاتی ہیں۔ جیسے امراض واستقام اور حزن وملال یہ گناہوں کو مٹادیتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَاِلَّا وَصَبٌ وَلاَ هَمٌّ وَلاَ حُزْنٌ وَلاَ اَذًى وَلاَ غَمٌّ حَتَّى الشَّوْكَةِ الَّتِي يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ“.

”مسلمان کو جب تھکاوٹ یا بیماری لاحق ہوتی ہے یا وہ حزن وملال اور تکلیف سے دوچار ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہوں کو مٹادیتا ہے“۔ (بخاری ومسلم)

آزمائشوں میں ایک آزمائش بخار کی شکل میں بھی ہوتی ہے اور یہ کفارۂ گناہ بن جاتا ہے۔ جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام السائب یا ام المسیب کے اوپر داخل ہوئے اور کہا اے ام السائب کیا حال ہے؟ یا اے ام المسیب تم تیز چل رہی ہے؟ کہا بخار میں مبتلا ہوں اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لاَ تَسُبِّى الْحُمَّى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِیْ آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ“. ”تم بخار کو سب وشتم نہ کرو بے شک وہ بنی آدم کے گناہوں کو ختم کردیتا ہے جیسا کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کردیتی ہے“۔ (متفق علیہ)

آزمائش کے طور طریقے

اپنوں سے جدائی، رشتہ داروں کی موت اور اولاد کو تلف کرکے بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میرا بندہ قضاوقدر پر صبر کرتا ہے یا نہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی کا بیٹا فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے دریافت کرتا ہے ''قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِی؟ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ''...... تم نے میرے بندے کے جگر گوشے کو فوت کردیا؟ وہ کہتے ہیں جی ہاں! اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے دل کے پھول کو فوت کردیا وہ کہتے ہیں کہ جی ہاں! اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے تب میرے بندے نے کیا کہا تھا وہ جواب دیتے ہیں کہ اس نے تیرا شکر ادا کیا تھا اور ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام رکھ دو ''شکرانے کا گھر''۔ (ترمذی:۱۰۲۱، تحسین البانیؒ)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا عمل

عورتوں، وخواتین کو ایسے لمحوں میں صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے اور اپنے معصوم بچے کی وفات پر واویلا مچانے، رونے وچلانے اور نوحہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ انہیں ہر وقت عظیم صحابیہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی زندگی کو اپنے سامنے بطور نمونہ رکھنا چاہئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے تھا بیمار پڑ گیا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر پر نہ تھے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب تک میں خود ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بیٹے کی موت کے بارے میں نہ بتاؤں اس وقت تک کوئی ان کو خبر نہ دے۔ پھر انہوں نے ایک کپڑا میں بچہ کو لپیٹ کر ایک کونے میں رکھ دیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جب گھر لوٹے تو آتے ہی بچے کے بارے میں دریافت کیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا وہ آرام کررہا ہے۔ اس کے بعد ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو کھانا پیش کیا، پھر زیب وزینت اختیار کیا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ان سے صحبت کی۔ اور جب دیکھا کہ وہ سیر ہوکر

فارغ ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ! تمہارا کیا خیال ہے اگر کوئی کسی کو کوئی چیز ادھار دے پھر وہ اس سے اس چیز کو واپس لے لے تو کیا اس کے لئے یہ بات مناسب ہے کہ وہ اس چیز کو واپس نہ لوٹائے؟ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں تو ام سلیم نے کہا تب تم اپنے بیٹے کی موت پر صبر کرو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ تم نے مجھے پہلے اطلاع نہیں دی یہاں تک کہ میں جنبی ہو گیا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی اور آپ کو پورے واقعہ کی خبر دی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّبَارِکَ لَکُمَا فِیْ لَیْلَتِکُمَا". "شاید اللہ تم دونوں کی رات میں برکت عطا فرمائے" (بخاری شریف: ۱۳۰۱، مسلم شریف: ۲۱۴۴)

اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے اوپر احسان وکرم یہ ہے کہ وہ جس قدر بڑی آزمائشوں سے دوچار کرتا ہے اسی قدر اجر وثواب سے بھی نوازتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بے شک عظیم بدلہ وثواب عظیم آزمائش کیساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انکو آزماتا ہے جو اس سے خوش ہوتا ہے اس کیلئے خوشنودی ہے اور جو ناراض ہوتا ہے اس کیلئے ناراضگی ہے"۔ (ترمذی، وابن ماجہ، تحسین الالبانیؒ)۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے اور اس کیساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کو دنیا ہی میں مصائب وتکالیف سے دوچار کر کے اسکے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔ اور اگر کسی سے محبت نہیں کرتا اور اس کیساتھ خیر نہیں چاہتا تو اس کو ڈھیل دے دیتا ہے اور اس کی رسی کو ڈھیلا کر دیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس سے پورا بدلہ لے گا۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اِذَا اَرَادَ اللّٰـهُ بِعَبْدِهِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعَقُوْبَةَ فِی الدُّنْیَا وَاِذَا

اَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَکَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰی یُوَافِیَ بِهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ".

''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہےتو دنیا میں ہی اسکو سزا سے دوچار کردیتا ہے اور جب اپنے بندہ کیساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے گناہوں سے سزا کو روک دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس سے پورا پورا بدلہ لے گا۔'' (ترمذی صحیح الالبانی وحسنہ)

☆☆☆

آمد و رفت رکھنے والوں کی اصلاح ضروری

فرمایا جو لوگ مدّعیٔ تصوف ہیں اور مقتدا کہلاتے ہیں اور اپنے مجمع کی رونق بڑھانا چاہتے ہیں اور اس وجہ سے اپنے پاس والوں کو امر بالمعروف اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ مبادا یہ لوگ ناخوش ہوکر ہم کو لوگوں میں سخت نہ مشہور کردیں۔ اور مبادا ہمارے پاس یہ لوگ آنا بند کردیں تو ان کو چاہئے کہ سوچیں کہ جب وہ قبر میں تنہا ہوں گے اور کوئی ان کا مونس اور غمگسار نہ ہوگا تو کیا اس وقت بھی اس مجمع سے رونق حاصل کی جاسکے گی۔

ہر بزرگ کیساتھ اللہ تعالیٰ کا جداگانہ معاملہ

ایک بار شیخ طریقت کی محبت اور توجہ کا بیان فرمارہے تھے جو ان کو اپنے مریدین اور طالبین کے ساتھ ہوتی ہے اس کے ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہر بزرگ کے ساتھ اس توجہ حق تعالیٰ کا جدا معاملہ ہوتا ہے بعض بزرگ ایسے بھی گذرے ہیں کہ جب ان کو اپنے کسی مرید یا طالب کے ساتھ زیادہ محبت اور انس ہوا ہے تو اس مرید کو موت دیدی گئی اور جلد اس کو دنیا سے اٹھالیا گیا اور اس کی وجہ سے

ان بزرگ کا مقبول عند اللہ ہونا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوتی ہے کہ ہمارے اور ہمارے ایک مقبول بندے کے درمیان میں کوئی حجاب ہو۔ اس لئے غیب سے اس حجاب کے ارتفاع کا یہ انتظام کیا جاتا ہے کہ ان بزرگ کے اس محبوب کو بہت جلد دنیا سے اٹھالیا جاتا ہے اور یہ ان بزرگ کی غیبی تربیت ہوتی ہے۔

ہماری جماعت میں ایک بزرگ ایسے تھے کہ ان کیساتھ بھی حق تعالیٰ کا یہی معاملہ تھا کہ جس کے ساتھ ان کو محبت ہوئی اس کو دنیا سے جلد اٹھالیا۔ احقر ناقل ملفوظ ہذا عرض کرتا ہے کہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی نے ایک بار اسی مضمون کے ارشاد کے وقت کہ ہر بزرگ کے ساتھ حق تعالیٰ کا جدا معاملہ ہوتا ہے یہ بھی فرمایا کہ ہر ایک بزرگ کو ایک خاص شرف امتیاز حق تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔

واقعہ ایک ولیہ کا

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مریدنی تھیں ان کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہ معاملہ تھا کہ جب ان بی بی کو کوئی تکلیف پہونچنے والی ہوتی تھی تو قبل اس کے کہ وہ واقعہ پیش آئے ان بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع فرمادی جاتی تھی۔ چنانچہ ان بی بی کا واقعہ خود حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پیر کی ایک مریدنی تھیں ان کا ایک لڑکا کہیں پانی میں ڈوب کر مرگیا جب یہ خبر مشہور ہوئی تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر اس مریدنی کے گھر گئے۔ اور صبر کی نصیحت کی۔ وہ مریدنی کہنے لگی کہ حضرت آپ صبر کا مضمون کیوں بیان فرمارہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تیرا بیٹا ڈوب کر مرگیا۔ بی بی تعجب سے کہنے لگیں کہ میرا بیٹا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں تیرا بیٹا۔ کہنے لگیں کہ حضرت میرا بیٹا کبھی نہیں ڈوبا اور یہ کہہ کر اٹھ کر اس جگہ پہونچیں جہاں وہ پانی میں گرا تھا۔ اور جا کر بیٹے کا نام لے

کر کہا اے فلانے اس نے کہا کیا اماں۔ اور پانی سے زندہ نکل کر چلا آیا۔ ان بزرگ کو اپنی مریدنی کا یہ واقعہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور اس کا راز نہ معلوم ہوا اس وقت ایک اور بزرگ تھے انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت کا ایک خاص مقام اور درجہ ہے کہ اس پر جو مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو پہلے اس کو خبر دیدی جاتی ہے اس کے بعد وہ واقعہ پیش آتا ہے تو چونکہ اس واقعہ کی اس کو پہلے سے اطلاع نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ سمجھ گئی کہ یہ واقعہ غلط ہے اور میرا بیٹا زندہ ہے۔ چنانچہ جب وہاں پہونچی تو حق تعالیٰ نے اسکے گمان کو سچا کر دکھایا۔ اسی طرح بعض بزرگوں کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہ معاملہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ان کو تکلیف پہونچاتا ہے تو اس ستانے والے کو دنیا ہی میں سزا دیدی جاتی ہے جیسا کہ عارف شیرازی فرماتے ہیں۔ ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
با دردکشاں ہر کہ در افتاد برافتاد

ہم اس ادلے بدلے کی دنیا میں بارہا اس کا تجربہ کر چکے ہیں کہ مستان خدا اور عشاق الٰہی کے ساتھ جو بھڑا وہ تباہ برباد ہوا۔

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی معاملہ

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی بزرگوں میں سے تھے چنانچہ آپ لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میرا مزاج نازک ہے اور عام لوگوں میں سلیقہ کم ہے ان کی بدسلیقگی سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے اور اس اذیت کا ان سے غیب سے انتقام لیا جاتا ہے۔ میں نے بارگاہ حق میں دعا بھی کی کہ بارالٰہا میری وجہ سے کسی کو سزا نہ دی جائے۔ مگر یہ دعا مقبول نہ ہوئی۔ اس لئے میں نے آنے جانے والوں سے ملنا جلنا کم کر دیا کہ نہ میں

کسی سے ملوں گا نہ کسی کی بدتمیزی کی وجہ سے مجھ کو تکلیف پہونچے گی۔ نہ اس کو تکلیف دہی کی وجہ سے اس کو سزا دی جائے گی۔ اور بعض بزرگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا کہ چاہے کوئی ان کو کتنی ہی تکلیف پہونچائے تو اس ستانے والے کو گو آخرت میں کسی درجہ کی سزا دی جائے مگر دنیا میں اس ستانے والے کا کچھ نہیں بگڑتا۔ غرضیکہ ہر بزرگ کی شان جدا ہوتی ہے اور ہر بزرگ کو حق تعالیٰ کی درگاہ میں ایک خاص امتیاز حاصل ہوتا ہے۔

شیخ عبدالقدوس قطبِ عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

اسی اصل سے حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار ان کے ایک خادم نے جو ایک امیر آدمی تھا اپنے بیٹے کے ولیمہ میں شہر کے امراء وغرباء کی دعوت کی اور انکو کھانا کھلایا۔ تو حضرت شیخ بھی امتحاناً وہاں تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہونچ کر غرباء کی مجلس میں جا کر بیٹھ گئے تو دیکھا کہ وہ خادم اس موقعہ پر خود موجود ہیں۔ اور دیکھا کہ جس طرح امراء کی خاطر مدارات کی جارہی ہے اسی طرح غرباء کا بھی خیال اور اعزاز واکرام کیا جارہا ہے۔ بس حضرت شیخ وہاں بیٹھے رہے مگر اس خادم کو چونکہ اس کا احتمال بھی نہ تھا کہ حضرت شیخ بھی میرے یہاں تشریف لائے ہیں اور یہاں حضرت شیخ موجود ہیں۔ اور پھر حضرت شیخ اپنا لباس بھی تبدیل فرمائے ہوئے تھے۔ اسلئے اس خادم نے حضرت شیخ کو وہاں بالکل نہ پہچانا۔ یہاں تک کہ جب سب لوگ فارغ ہو کر رخصت ہوئے تو حضرت شیخ بھی وہاں سے تشریف لے آئے۔ اسکے بعد وہ خادم جب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ان سے ناراض تھے۔ انہوں نے ناراضگی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ہم تمہارے جلسۂ دعوت میں گئے مگر تم نے ہم کو پہچانا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ جب

اسباب عدم معرفت کے جمع تھے تو کس طرح پہچانتا۔ فرمایا کہ تم کو ہمارے اندر سے خوشبو کیوں نہیں آئی۔ اگر تم کو ہمارے اندر سے خوشبو آتی تو گو ہم لباس تبدیل کئے ہوئے تھے مگر تم ہم کو ضرور پہچان لیتے۔ اور خوشبو نہیں آئی تو معلوم ہوتا ہے کہ تم کو ہم سے محبت نہیں۔ ورنہ ضرور خوشبو آتی یہ ہے واقعہ۔ اب یہاں سے بہ ظاہر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر بیجا تشدد کا شبہ ہوتا ہے کہ کیا مرید کے خلوص اور محبت کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ اس کو اپنے شیخ کے اندر سے خوشبو بھی آئے۔ مگر حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے قلب میں اس اشکال کا جواب ڈال دیا اور وہ یہ ہے کہ حضرتؒ کیساتھ حق تعالیٰ کا یہی معاملہ تھا کہ انکے مریدین محبین کو شیخ میں سے خوشبو آتی تھی۔ جب اس خادم کو حضرت شیخ کے اندر سے خوشبو نہیں آئی تو حضرت شیخ کو معلوم ہو گیا کہ اسکے قلب میں ہماری محبت نہیں۔ اور زبان سے وہ شخص مدعی تھا تو گویا وہ اب تک شیخ کو دھوکہ دیتا رہا۔ اس وجہ سے شیخ اس سے ناراض ہوئے۔

حاکم شہید کا واقعہ

اسی قبیل سے ایک واقعہ حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو مقدمہ ہدایہ مولفہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے۔ یہ کفار ترک کے ہاتھ سے ۳۳۴ھ میں شہید ہوئے ہیں بعض علماء نے ان کے مقتول ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ انہوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں کچھ مکررات اور تطویلات دیکھیں۔ تو انہوں نے مکررات کو حذف اور مطولات کی تلخیص کر دی۔ پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا تم نے میری کتابوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ علماء کی کم ہمتی دیکھ کر میں نے ایسا کیا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو غصہ آیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو پارہ پارہ کر دے۔ جیسا تو نے میری کتابوں کو پارہ پارہ کیا۔ تو یہ کفار ترک کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے۔ حتیٰ کہ ان

کی لاش کے دو ٹکڑے کر کے دو درختوں کی چوٹی پر ایک ایک ٹکڑا ٹانگ دیا۔ سو اسکی وجہ بھی وہی ہے کہ ہر بزرگ کے ساتھ معاملہ حق تعالیٰ کا جدا جدا ہے۔ پھر یہ فرمایا کہ ایسے تصرفات سے پہلے مناسب ہے کسی بزرگ سے مشورہ کرے۔ کیونکہ مشورہ سے برکت ہوتی ہے اور خطرہ نہیں رہتا۔

خواب کی حیثیت

ایک صاحب نے اپنا ایک خواب لکھا حضرت اقدس حکیم الامتؒ نے حسب معمول یہ جواب تحریر فرمایا کہ مجھ کو تعبیر سے مناسبت نہیں۔

پھر فرمایا کہ خوابوں کا کیا اعتبار۔ اول تو خود خواب ہی کا حجت ہونا ثابت نہیں پھر اس کی صحیح تعبیر کا سمجھ میں آجانا ضروری نہیں اور پھر کس کا خواب اور کس کی تعبیر۔ پہلے ہو تو جاؤ کسی قابل۔ اگر یہ کہا جائے کہ رویائے صالحہ کو تو حدیث شریف میں مبشرات فرمایا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ درجہ ہم لوگوں کے خوابوں کا ہے یا صلحاء کے خواب کا ایک تو یہ فرق، پھر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ ہر شے کو اپنے درجہ میں رکھتے تھے۔ ان کے خوابوں کی تعبیر دینے میں عقیدہ خراب ہونے کا مفسدہ محتمل نہ تھا۔ اور اب یہ بھی اندیشہ ہے اس وقت اگر خوابوں کو اہمیت دی جائے تو بس لوگ خوابوں پر قناعت کر کے بیٹھ رہیں۔ اور اصلاح اعمال سے بے فکر ہو جائیں۔ اور مفسد تو وہ چیز ہے کہ اگر نفل میں بھی مفسدہ ہو تو اس کو بھی ترک کرا دیا جاتا ہے چہ جائے کہ خواب جو نفل تو کیا۔ کسی درجہ میں عبادت نہیں کیونکہ عمل اختیاری نہیں۔

اب اس میں تفقہ کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جب خوابوں کو اہمیت دینے میں عقیدہ کی خرابی کا احتمال ہے تو اس کو بالکل ترک کر دینا چاہیئے۔ پھر یہ بھی قابل نظر ہے کہ کبھی ایک ہی شخص کے بارے میں دو شخص مختلف خواب دیکھتے ہیں تو کس

کے خواب کا اعتبار کیا جائے گا؟ کسی کا بھی نہیں۔ کیونکہ یہ عقلی اور علمی مسئلہ ہے کہ اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا. یعنی جب برابر کی قوت کی دو چیزیں متعارض ہوں تو دونوں واجب الترک ہیں۔ تو وہی حاصل ہوا کہ خواب حجت نہیں۔

اپنے کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے کمتر سمجھے

اور درویش کی یہ شان ہے کہ وہ (حضرت حق کے) ادب کا ہمیشہ خیال رکھے اور اپنے کو خلق اللہ میں سب سے کمتر سمجھے پس مرید سے ایسی بات کبھی نہ کہے کہ اگر ذکر کے وقت شیطان وسوسے ڈالے تو میرا نام بلند آواز سے لے لیا کرو، شیطان بھاگ جائے گا، ایسی بات کہنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنے کو اولیاء عارفین میں شمار کرتا اور اپنے کو انہی میں سے سمجھتا ہے: "وَالظَّنُّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ". "اور بدگمانی نہایت جھوٹی بات ہوتی ہے"۔ اور بھلا جب شیطان اسی کو گراتا اور پچھاڑتا رہتا ہے تو اس کا نام لینے سے وہ کیوں کر بھاگ جائے گا، مثل مشہور ہے کہ جب مٹھائی کوڑے کھانے سے ملتی ہے تو کھٹائی کا تو پوچھنا کیا۔ اور ادب کا طریق یہ تھا کہ اس سے یوں کہتا کہ جب شیطان تیرے پاس آئے اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کر یا رسول اللہ ﷺ کا نام لے لیا کر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا کر کیونکہ شیطان ان کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ اور جب (قاعدہ یہ ہے کہ) شیطان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھاگتا ہے۔ (كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ خَنِسَ اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے) تو وہ اغیار کے ذکر سے کیسے بھاگے گا۔ خوب سمجھ لو۔

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ایک رات جنات نے رسول اللہ ﷺ کو پریشان کرنا چاہا۔ ایک شیطان اپنے ہاتھ میں آگ کا شعلہ لایا جس سے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کو ایذا دینا چاہتا تھا۔ تو اسی وقت جبرئیل

علیہ السلام آئے اور حضور ﷺ کو چند کلمات بتلائے جن کو آپ نے پڑھا تو آگ بجھ گئی۔ اھ۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بنی آدم پر کتنا تسلط دیا ہے (کہ وہ ملعون سردار بنی آدم سے بھی نہیں ڈرا اور حضور ﷺ کو ایذا دینے کی بھی ہمت باندھی۔)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "باب صفة ابلیس و جنوده" میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ (ایک رات) آپ ﷺ نے نماز پڑھی پھر فرمایا کہ شیطان میرے سامنے آیا اور میری نماز توڑنے کیلئے مجھ پر حملہ کیا پھر حق تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دیدیا۔ اھ۔ تو شیخ کو اس میں غور کرنا چاہئے (اور اس کے بعد سوچے کہ جس کی اتنی ہمت ہے وہ تم جیسوں کا نام لینے سے کیوں کر بھاگ جائے گا)۔ والسلام

اور اگر وہ یہ کہے کہ میں نے مرید کو اپنا نام لینا اس لئے بتلایا ہے کہ وہ دوسروں کے مقام سے جاہل ہے تو ہم کہیں گے کہ پھر بھی ادب کی بات یہ تھی کہ تم اسے کسی ایسے کا نام بتلاتے جو رتبہ میں تم سے بڑا ہے کیونکہ یہ تمہارے مقصود کے (یعنی اصلاح مرید کے) زیادہ قریب ہے اور اگر تم کو اس امر کا مشاہدہ ہوجاتا کہ واسطہ کے ساتھ اعتقاد کرنے سے جو نفع ہوتا ہے اس میں فاعل حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں (اور واسطہ کا اعتقاد محض واسطہ ہے) تو تمہاری نظر میں اپنا واسطہ اور دوسرے کا واسطہ مساوی معلوم ہوتا ہے۔

اور میرا جی چاہتا ہے کہ اس مقام پر امام حجۃ اللہ علی المحققین ولی کامل سہل بن عبد اللہ تستری کا وہ مناظرہ جو ابلیس کے ساتھ ہوا تھا بیان کردوں تاکہ تم کو معلوم ہوجائے کہ شیطان کو مخلوق پر کس درجہ تسلط دیا گیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو حق تعالیٰ ہم کو اس سے کیوں ڈراتے۔

سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ابلیس سے ملا۔ اور میں نے اس کو پہچان لیا اور وہ بھی یہ سمجھ گیا کہ میں نے اس کو پہچان لیا ہے اس کے بعد ہم

دونوں میں باہم مناظرہ ہونے لگا۔ وہ اپنی کہتا رہا میں اپنی کہتا رہا اور باہم گفتگو بڑھ گئی اور نزاع طویل ہوگیا یہاں تک کہ وہ بھی خاموش ہوگیا اور میں بھی سوچ میں پڑ گیا اور میں بھی پھر اخیر بات جو اس نے کہی وہ یہ تھی کہ اے سہل! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ". (میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے)۔

تو حق تعالیٰ نے اس حکم کو عام کیا ہے کیونکہ لفظ کل عموم و احاطہ کو چاہتا ہے اور شئی بھی سب نکرات میں بڑا نکرہ ہے (تو عموم میں کیا شبہ ہے) اور یہ بات تم سے مخفی نہیں کہ میں بھی یقیناً شئی ہوں تو مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہے۔

سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا اس نے مجھے گونگا بنادیا اور اس آیت کو پیش کر کے مجھے حیرت میں ڈال دیا کیونکہ وہ اس سے ایسی بات سمجھا جو میں نہ سمجھا تھا اس لئے میں دیر تک حیرت زدہ ہوکر سوچ میں پڑ گیا اور دل دل میں اس آیت کو پڑھنے لگا جب میں "فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ". (الاعراف:۱۵۶) پر پہونچا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے خاص کردوں گا جو مخالفت حق سے بچتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں) تو میں بہت خوش ہوا اور یہ سمجھا کہ مجھے بڑی حجت مل گئی اور اب میں شیطان پر ایسا غلبہ حاصل کروں گا جس سے اس کی گردن ٹوٹ جائے گی اور میں نے کہا اے ملعون! حق تعالیٰ نے پہلی آیت کو ایسی خاص صفات کے ساتھ مقید کیا ہے جو اس کو عموم سے نکال دیتی ہیں چنانچہ اس کے بعد ہی ارشاد ہے: "فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ" (الاعراف:۱۵۶)

(جس سے معلوم ہوا کہ رحمت الٰہی اہل تقویٰ واہل ایمان کے لئے مخصوص کردی گئی ہے)۔

تو اس پر ابلیس ہنسا اور کہنے لگا اے سہل! میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ تم اس درجہ جاہل ہو اور نہ یہ گمان تھا کہ تم اتنا ہی علم رکھتے ہو۔ اے سہل! تم کو معلوم نہیں کہ تقیید تمہاری صفت ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی صفت۔ اھ۔

سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا مجھے اس نے گونگا بنا دیا اور میں دل میں سوچنے لگا اور میرا تھوک خشک ہو گیا جس کا نگلنا مشکل ہو گیا بخدا اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا اور شیطان کا منہ بند کرنے کے لئے مجھے کوئی راستہ نہ ملا۔ اور میں نے جان لیا کہ اس کو جو (رحمت الٰہی) کی طمع ہے وہ اس کے نزدیک بجا امید ہے۔ (بے جا نہیں ہے) اس کے بعد وہ بھی چل دیا اور میں بھی لوٹ آیا۔ سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میرا یہ قصد ہوا کہ ابلیس سے طریق معرفت حاصل کروں گو وہ اپنی معرفت سے خود منتفع نہیں ہوا کیونکہ بعض بزرگوں کا ارشاد ہے: "اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلاَ تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ". کہ بات کو دیکھو اور یہ مت دیکھو کہ اس کا کہنے والا کون ہے۔ عزیز من! اس مناظرہ میں تامل کرو اس کے منافع تم کو خود ہی حاصل ہو جائیں گے۔ واللہ یتولی ھداک وھو یتولی الصلحین. (وصیۃ العرفان اپریل ۲۰۱۰ء)

اپنے شیخ کا ادب ملحوظ رکھے

اور درویش کی شان یہ ہیکہ جب تک وہ طالب رہے اس وقت تک اپنے شیخ کا ادب ملحوظ رکھے اور جہاں تک ممکن ہو اس کے ساتھ اعتقاد رکھے کیونکہ اس سے انشاء اللہ اس کو نفع حاصل ہو گا مگر یہ اعتقاد نہ کرے کہ اس وقت کے تمام مشائخ میں اس کا شیخ سب سے زیادہ کامل ہے کیونکہ اس میں قطب اور اصحاب نوبت وغیرہ اولیاء کاملین کی بے ادبی (کا اندیشہ) ہے دوسرے اس (اعتقاد) میں بعض دفعہ کذب کا احتمال بھی ہے کیونکہ یہ تو محض تمہارا گمان ہی گمان ہے: "وَالظَّنُّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ"۔

پس ایک ولی کو دوسروں پر فضیلت دینا اسی شخص کا کام ہے جس کو خدا تعالیٰ نے (بطور کشف صحیح یا الہام کے) بتلا دیا ہو، دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں اس کو سمجھ جاؤ (البتہ اس اعتقاد کا مضائقہ نہیں کہ میری نظر اور میری تلاش میں اس سے زیادہ کامل کوئی نہیں)۔

اور محقق کامل مدقق فاضل شیخ محی الدین ابن العربی کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولی یا زیادہ اس نبی کے وارث ہوتے ہیں پس ہر زمانہ میں انبیاء کی شمار کے برابر ایک لاکھ چوبیس ہزار اولیاء تو ضرور ہوں گے اس سے بڑھ کر تو ہو سکتے ہیں مگر کم نہیں ہو سکتے۔ اگر زیادہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کسی ایک نبی کے علوم کو اس کے چند وارثوں پر تقسیم کر دیتے ہیں اور جب یہ قصہ ہے تو بدون تمام اولیاء کو پہچانے ہوئے ایک کو دوسرے پر کیوں کر ترجیح دی جا سکتی ہے خوب سمجھ لو۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد میں غور کرو کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ اسود افضل ہیں یا علقمہ؟ تو آپ نے فرمایا کہ واللہ ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ ان حضرات کا ذکر ہی کر سکیں پھر ایک دوسرے پر فضیلت دینا تو بڑی بات ہے۔ اس کے ہم کہاں اہل ہیں۔ عزیز من! امام صاحب کے ادب کو دیکھو کہ انہوں نے بے تحقیق بات کرنے سے اپنے کو کیسا بچایا اور یہ بھی دیکھو کہ انہوں نے اپنے نفس کو کیسا حقیر سمجھا اور تم بھی انہی کے طریقہ کو اختیار کرو۔

وَاللّٰہُ یَتَوَلّٰی ھُدَاکَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ.

☆☆☆

نفس کو مارو

مصلح الامت حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

ایک مولوی صاحب تھانہ بھون میں مجھ سے کہتے تھے کہ کیا بات ہے جتنے بھی ذی استعداد لوگ ہوتے ہیں وہ ادھر یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نہیں ہوتے اور جو کم استعداد ہوتے ہیں وہی ادھر جاتے ہیں، میں نے کہا یہ بات نہیں ہے کہ ان کی استعداد علمی ادھر سے روکتی ہے بلکہ ادھر کی بے استعدادی ہوتی ہے جو مانع بنتی ہے اور مولانا کی سہ دری کی جانب اشارہ کر کے میں نے کہا یہ بڑے میاں جو بیٹھے ہیں کیا یہ عالم ذی استعداد نہیں ہیں اور کیا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ذی استعداد نہیں تھے تو پھر یہ لوگ ادھر کیوں ہیں۔ یہ سن کر چپ ہی تو گئے اور کہنے لگے اجی تم تو سمجھتے ہو میں نے کہا کہ آپ لوگوں کی صحبت میں رہ کر ایک کم فہم کو بھی کیا اتنی عقل نہ ہو جائے گی۔ ہمیں پر تو حملہ کر رہے تھے اور ہمیں اس کو نہیں سمجھتے۔

ایک بزرگ تھے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اے لوگو! اس کو مارو تب خدا تک پہنچو گے۔ نفس کا مارنا فرض ہے آدمی اس کو نہ مارے گا خدا کی طرف چلنے نہ دیگا۔ اس لئے طالب خدا کے لئے نفس کا اور اس کے کید کا جاننا فرض ہے۔

نفس کی ایک مثال

سنو ہم دیہات کے رہنے والے ہیں اپنے وطن میں دیہاتیوں سے نفس کے متعلق گفتگو کرتے تھے۔ بہت مشکل پڑتی تھی کیونکہ اس کا سمجھنا آسان نہیں ہے ایک دفعہ اس کی ایک مثال سمجھ میں آئی میں نے اس کو وہاں بھی بیان کیا آپ سے بھی بیان کرتا ہوں نفس کو اور اس کی سرکشی کو سمجھانے کے لئے۔ ایک بھینسا تھا کھا کھا کر خوب موٹا ہو گیا تھا چھوٹا ہوا ہر طرف آزاد پھرتا تھا چنانچہ کبھی کبھی گاؤں کے اندر بھی آجاتا تھا جب وہ آتا تھا تو ایک شور مچ جاتا تھا کہ "بھینسوا آئیل بھینسوا آئیل" یعنی بھینسا آگیا بھینسا آگیا ایک شور مچ جاتا، اور اس کا یہ حال تھا کہ کسی گائے کو سینگ مار دیا کسی بکری کو اٹھا کر پھینک دیا اس طرح سے بہت نقصان کرتا تھا۔ ایک دفعہ معلوم نہیں کس طرح سے لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اسکے سینگ کاٹ دیئے کھانا بند کر دیا۔ جب خوراک ٹوٹی تو بالکل لاغر ہو گیا اور لوگوں نے یہ کیا کہ اس پر کھاد لا دلا دکر اپنے کھیتوں میں ڈالنا شروع کر دیا۔ بس یہی اس کا کام رہ گیا تھا جس کو ضرورت ہوتی وہ اس کو پکڑ لیجاتا اور اپنا کام لیتا اب اس وقت اسے دیکھ کر رحم آتا تھا یا تو اس کا ایسا زمانہ تھا یا اب یہ حال ہے میں نے بھی اس کے دونوں زمانہ دیکھے ہیں چنانچہ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ یہاں ہم لوگ قال اللہ قال الرسول کہتے ہیں ہم کو تو کوئی پوچھتا ہی نہیں تم ان دیہاتیوں میں کیا کرنے آئے تھے اور جب آئے ہو تو بھگتو۔ بس اسی طرح سے اللہ والے بھی اپنے نفس کو مارتے ہیں اور اس کو لاغر کر دیتے ہیں۔

بدونِ اصلاح نفس کامیابی مشکل

ایک اور بزرگ جو یہ کہتے تھے کہ کھانا پکا پکایا موجود ہے کوئی کھانے والا نہیں ہے۔ وہی یہ کہتے تھے کہ ہم نے ان لوگوں کو آزمایا ہے ان کی مثال اس بھینسے کی سی

ہے جیسے کسی گاؤں کے لوگوں نے ایک بت پر چڑھا کر اس کی رسی اسی گڑے ہوئے بت میں باندھ دی تھی۔ بھینسا تھا مضبوط ایک دفعہ اس نے زور سے جھٹکا دیا تو بت اکھڑ گیا اور وہ اسے گھسیٹتا ہوا بھاگا وہ بھاگتا جاتا اور وہ بت رسی میں بندھا ہوا ادھر اُدھر پٹخنی کھاتا ہوا ساتھ ساتھ تھا تو وہ بزرگ فرماتے تھے کہ جس طرح یہاں طالب قوی تھا اور مطلوب ضعیف تھا چنانچہ اس نے مطلوب ہی کو اکھاڑ لیا اسی طرح سے یہ لوگ ہمیں کو لے جائیں گے اور ہم ان کو خدا تک نہ پہنچا سکیں گے۔ بہر حال نفس سخت چیز ہے جتنا اس کو پہچان لوگے اتنا ہی دوزخ سے نجات رہے گی اور جنت ملے گی۔:"فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا فَاِنَّ الۡجَحِيۡمَ هِىَ الۡمَاۡوٰى وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى". یعنی جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

جن لوگوں کی تکمیل نہیں ہوتی یعنی جو لوگ تکمیل سے رہ جاتے ہیں وہ انہیں رذائل کی وجہ سے چنانچہ اسی چیز نے پہلے بھی انبیاء اور اولیاء کے پاس جانے سے لوگوں کو روکا۔ ؎

اشقیا را دیدۂ بیناہ بود نیک و بد در دیدشاں یکساں نمود
ہمسری با انبیاء برداشتند اولیا را ہمچو خود پند اشتند

جس کو دیدۂ بینا ہوتا ہے اس کو نیک اور بد ولی اور غیر ولی نبی اور غیر نبی میں بدون معرفت خداوندی گمراہی سے بچنا آسان نہیں۔

اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روندۂ بے معرفت مرغ بے پر یعنی سالک اگر سلوک بدون معرفت کے طے کرے یعنی اس کو نہ اپنی معرفت ہو نہ شیخ کی نہ طریق

کی تو وہ مانند اس پرندے کے ہے جس کے پر نہ ہو یعنی ہر وقت معرض ہلاکت میں ہے جب نہ کوئی جانور اسے دبوچ لے اسی طرح سے سالک جب معرفت ہی سے خالی ہے اور شیطان گھات میں تو لگا ہی ہے تو جس منزل میں چاہے اسے شکار کر لے۔

ایک عابد جاہل کی حکایت

کسی جگہ ایک شخص تھا سب لوگ اس کے معتقد تھے مگر ایک شخص معتقد نہ تھا۔ ایک دن موقع پا کر یہ شخص ان کے حجرہ میں گھس گیا۔ رات کو جب وہ تہجد کے لئے اٹھے تو ان کے پاس گیا انہوں نے آہٹ پا کر پوچھا کون؟ کہا میں ہوں جبرئیل کا بھائی۔ کہا کیسے آئے ہو کہا اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادت بہت پسند آ گئی چنانچہ وہ تم سے راضی ہے اور مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ سے کہد وں کہ اب عبادت کی زحمت نہ فرمائیں آپ سے عبادت ساقط کر دی گئی ہے۔ انہوں نے وضو کے لئے لوٹے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ یہ سن کر ہاتھ ہٹا لئے اور جا کر بستر پر سو رہے۔ (یہ بھی نہیں کیا اللہ کے بندے نے کہ دو رکعت شکرانہ ہی پڑھ لیتے جہالت کی وجہ سے نفس اپنی طاعت پر پھول گیا اور خود کو سمجھا کہ ہاں میں واقعی عبادت گذار ہوں) صبح کو بھی نماز میں نہیں آئے لوگوں نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن نہ نکلے اس پر لوگوں کو خیال ہوا کہ کہیں ختم تو نہیں ہو گئے دروازے کی چول اتار دی تو دروازہ کھول کر دیکھا کہ بیٹھے ہوئے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی آج آپ نماز کو کیوں نہیں آئے کہا کہ ہاں رات ایسا ہوا کہ جبرئیل کے بھائی آئے تھے اور انہوں نے ایسا ایسا کہا تھا اس پر ان میں سے ایک شخص ہنس دیا لوگ سمجھ گئے کہ اسی کی حرکت ہے۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ سب سے دشوار گذار گھاٹی نفس کی ہے چنانچہ ابلیس کو بھی اسی نفس ہی نے بہکایا۔ ابلیس کا معاملہ آسان ہے مگر نفس کے کھید کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔

نفس سے مقابلہ جہادِ اکبر ہے

ایک بزرگ تنہا رہتے تھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ چلو جہاد کرو اور اس شدت سے کے ساتھ یہ خیال آتا رہا کہ اس کی وجہ سے تنگ آ گئے بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ دل میں یہ خال کیوں بار بار آ رہا ہے بتلا دیجئے جواب ملا کہ تم مجاہدہ کر رہے ہو جو کہ چوبیں گھنٹے کا عمل ہے اس کی وجہ سے تمہارا نفس تنگ آ گیا ہے چاہتا ہے کہ کافروں سے مقابلہ کرے تا کہ دو منٹ میں ختم ہو جائے اور مسلسل مجاہدہ کی تکلیف سے بچ جائے کہا اچھا یہ بات ہے تو پھر میں نہیں جاؤں گا اللہ تعالیٰ کو راضی کروں گا۔ کفار سے مقابلہ کرنا جہادِ اصغر ہے اور نفس سے مقابلہ کرنا جہادِ اکبر ہے۔

حسن اخلاق اور تقویٰ کا درجہ

کچھ آپ کو خبر بھی ہے، رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے سوال کیا کہ جنت میں کس چیز کی وجہ سے لوگ زیادہ داخل ہوں گے آپ نے فرمایا حسن خلق اور تقوی اللہ۔ حسن خلق کی وجہ سے حق کے ساتھ اس کے معاملہ درست رہیں گے یعنی حقوق العباد کی ادائیگی پورے طور پر کرے گا اور تقویٰ اللہ کی وجہ سے حقوق اللہ کو ادا کرے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حسن خلق کا درجہ قیام وصیام سے بھی بڑھا ہوا ہے یعنی ایک شخص کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ زیادہ نوافل وغیرہ نہ پڑھتا ہو لیکن دوسرا شخص عبادت وغیرہ تو بہت کرتا ہے مگر اس کے اخلاق اچھے نہیں ہیں تو پہلا شخص دوسرے سے افضل ہے۔ جو لوگ زیادہ طاعت وغیرہ کرتے ہیں ان کے اخلاق بالعموم خراب ہو جاتے ہیں۔ کچھ تو اپنی عبادت پر نظر ہو کر دوسروں کو حقیر سمجھنے کی وجہ

سے اور کچھ زیادہ جاگنے کی وجہ سے دماغ متاثر رہتا ہے اس لئے بھی چڑ چڑے ہو جاتے ہیں۔ کل میں نے یہ شعر پڑھا تھا آج پھر سن لیجئے۔

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ
رند از رہ نیاز بہ دارالسلام رفت

(یعنی زاہد سر پر غرور رکھتا تھا اس لئے سلامتی کے ساتھ راستہ طے نہ کر سکا اور رند عجز و نیاز کی راہ سے جنت میں پہنچ گیا) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بوستاں میں لکھا ہے کہ قاعدہ ہے کہ عاقلوں کی نصیحت یاد رکھی جاتی ہے تو تم بھی میری یہی ایک بات یاد رکھ لو کہ۔

گنہگار اندیشناک از خدائے
بہ از پار سائے عبادت نمائے

یعنی وہ گنہگار جو خدا کی پرسش کا خوف رکھتا ہو اس پارسا سے بہتر ہے جو ریائی عبادت کرتا ہو یعنی خدا پرست ہونے کے بجائے عبادت پرست ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

طالبین کے اندر انسانیت

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے یہاں تو طالبین کے اندر دو باتیں دیکھی جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے اندر انسانیت ہو یعنی اپنے قول و فعل میں اس کا خیال رکھے کہ اس سے کسی کو ایذا نہ پہونچے۔ دوسرے میں اس کی کوشش کرتا ہوں کہ سب سے اول طالب پر مقصود اور اس کے طریق کی حقیقت منکشف ہو جائے تا کہ عمل بصیرت سے ہو سکے۔

ذکر کی توفیق

طالبین میں سے ایک صاحب نے اپنی اصلاح باطن کے متعلق حضرت والا کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا اس کے متعلق حضرت والا نے حاضرین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے اپنا حال تحریر کیا ہے اور غفلت کی شکایت لکھی ہے کہ ذکر کی توفیق نہیں ہوتی۔ اور اکثر اوقات غفلت ہو جاتی ہے میں نے اس کا جواب لکھا ہے کہ یاد کی تمنا اور اس کی کمی پر حسرت، یہ بھی ایک قسم کی یاد ہے۔لہٰذا پریشان نہ ہونا چاہئے اور جتنے ذکر کی توفیق ہو اس کو کرنا چاہئے۔

دو آدمیوں کا حال

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر دو شخصوں نے کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ کیا اور اس کی کوشش بھی کی۔ مگر ایک شخص تو اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا اور دوسرا ناکامیاب رہا تو ثواب ان دونوں شخصوں کو برابر ملے گا یا کم وبیش۔ مثلاً دو شخصوں نے کلام مجید سیکھنا شروع کیا۔ ان میں سے ایک تو اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ یعنی تلاوت پر قادر ہو گیا اور اس کے بعد وہ برابر تلاوت کرتا رہا۔ اور دوسرے کو بھی پڑھاتا رہا اور دوسرا شخص بوجہ اپنے ضعف، یا مرض یا غباوت وغیرہ کے ناکامیاب رہا اور اس کو کلام مجید پڑھنا نہ آیا۔ مگر اس نے اپنی ساری عمر اس کوشش اور سیکھنے میں گذار دی۔ تو اب دونوں کو برابر ثواب ملے گا یا کم وبیش۔

حضرت والا نے فرمایا کہ دونوں کو ثواب برابر ملے گا۔ بلکہ عجب نہیں کہ ایسے ناکامیاب کا اجر کہ جس نے کوشش میں کمی نہیں کی۔ اس کامیاب سے بڑھ جائے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ : اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ اَجْرَانِ مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(جس نے قرآن میں مہارت حاصل کرلی ہواور اس کی وجہ سے وہ اس کو حفظ یا ناظرہ بے تکلف اور رواں پڑھتا ہو وہ معزز فرمانبردار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو بندہ (اچھا قرآن کریم یاد نہ ہونے کی وجہ سے زحمت ومشقت کے ساتھ) اس طرح پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ (ایک تلاوت کا اور دوسرے زحمت ومشقت کا)۔

اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم سے لگاؤ کس کو ہے بس اس کی قدر ہے۔ لہٰذا کام میں لگا رہنا چاہئے اگرچہ ساری عمر بھی کامیابی نہ ہو۔

وسوسہ کی حقیقت

ایک صاحب نے سوال کیا کہ جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں تو کوئی کام یاد آجاتا ہے جس کا انجام دینا فوراً مناسب ہوتا ہے۔ تو کیا ایسی حالت میں ذکر ترک کر کے اس کام کو انجام دیا جاسکتا ہے۔ یا ذکر کو ترک نہ کرے۔ اور اس کام کو بعد فراغ کے انجام دے لے حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھنا چاہئے کہ ایسا اتفاق کبھی کبھی ہوتا ہے یا اکثر۔ اگر کبھی کبھی ہو تب تو پہلے اس کام کو کرے اس کے بعد اپنا معمول ادا کرے۔ اور اگر اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ذکر کرنے بیٹھتا ہے تب ہی کوئی نہ کوئی کام یاد آجاتا ہے تو ایسی حالت میں ہرگز ذکر ترک نہ کرے۔ بلکہ اس کو وسوسہ سمجھے اور اپنا ورد پورا کرنے کے بعد اس کام کو انجام دے لے۔

مرض باطنی کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ میں ایک ملازم پیشہ شخص ہوں میری تنخواہ بھی کافی ہے مگر باوجود اس کے مجھ کو اس کی خواہش ہے کہ میری ترقی ہو اور میں اس کی کوشش بھی کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرے اندر حب دنیا کا مرض ہے۔ لہٰذا اس کا علاج جو ہو وہ فرمایا جائے۔

حضرت والا نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ ان کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک یہ مرض باطنی کی حقیقت ہی نہیں سمجھے۔ اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مرض باطنی کی کیا حقیقت ہے۔

فرمایا مرض باطنی کی یہ تعریف ہے کہ جو بات معصیت ہو وہ مرض ہے اور جو معصیت نہیں وہ مرض نہیں۔

اب مثلاً حب دنیا کو جو مرض کہا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ حب دنیا کی ہر قسم مرض ہے۔ بلکہ حب دنیا کی جو قسم معصیت میں داخل ہے۔ مثلاً روپے پیسے کی اتنی محبت ہونا کہ اس کے پیچھے حلال و حرام کی بھی تمیز نہ رہے یہ معصیت ہے اور حب دنیا کی یہی قسم مرض باطنی ہے اسی طرح حرص ہے کہ اس کو جو مرض قرار دیا گیا ہے تو اسکے یہ معنی نہیں کہ حرص کے تمام اقسام مرض باطنی میں داخل ہیں۔ بلکہ جو قسم معصیت مثلاً کسی منکر اور منہی عنہ چیز کی حرص ہو۔ یہ مرض ہے اور کسی حلال چیز کی حرص ہو تو گو وہ لغۃً حرص ہوگی مگر حرص کی اس قسم کو امراض باطنہ میں داخل نہیں کریں گے اسکے بعد حضرت حکیم الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ اب اگر کہا جائے کہ مثلاً حرص کے گو تمام اقسام معصیت نہیں۔ لیکن اگر کسی شخص میں حرص کی عادت ہو تو اندیشہ ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی وقت میں اس شخص کا حرص کی اس قسم پر عمل ہو جائے گا جو قسم معصیت ہے۔

لہٰذا اگر کسی کے اندر مطلق حرص ہوتو اس کو بھی معصیت کہنا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ایسے اندیشہ کی وجہ سے اس کو معصیت نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ایسا اندیشہ تو ہر وقت اور ہر شخص کو ہے۔ اور ہونا چاہئے کیونکہ اندیشہ کا نہ رہنا تو بے فکری مفضی الی الکفر ہے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت

مجھ پر ایک بار خوف کا بے حد غلبہ ہوا تو میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمائیں کہ جس سے اطمینان حاصل ہوتو فرمایا کہ ہاں ہاں! کیا کفر کی تمنا کرتے ہو؟

ایک بار حضرت والا مجلس شریف کے اندر مختلف حقائق ومعارف بیان فرما رہے تھے اسی کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ یہ جو بعضے علوم مجھ کو عطا ہوئے ہیں یہ سب حضرت حاجی صاحب کی صحبت برکت ہے۔ اس وقت مجلس شریف میں ایک بزرگ اہل علم بھی جو حضرت والا سے بے تکلف ہیں تشریف رکھتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت تو اور حضرات کو بھی نصیب ہوئی مگر بعض کو یہ علوم حاصل نہیں ہوئے جو جناب کو حاصل ہوئے جواب ارشاد ہوا کہ اس کی وجہ عقیدت ہے جو مجھ کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ بزرگوں کی صحبت میں تو رہتے ہیں مگر جیسی عقیدت ان بزرگ سے ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتی۔ عقیدت تو یہ ہے کہ بزرگوں کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے کو فنا کر دے۔ اس پر ایک دوسرے اہل علم نے دریافت کیا کہ حضرت ایسی عقیدت کہ جس سے اپنی رائے شیخ کی رائے کے مقابلہ میں بالکل فنا ہو جائے اس کے حاصل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔

فرمایا کہ بس طریقہ یہی ہے کہ اول اول بہ تکلف اپنی رائے کوشیخ کی رائے کے مقابلہ میں فنا کرے یعنی، ہیچ سمجھے پھر چندروز کے بعد یہ تکلف حال بن جائے گا۔

درویش کی شان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ درویش کی شان یہ ہے کہ جب اس کو شیخ کی طرف سے تلقین ذکر کی اجازت ہو تو ہوشیار رہے کہ اسکے پیر بھائی یا مریدین اس کو نصیحت کرنا نہ چھوڑ دیں کیونکہ جب وہ ان سے یہ بات ظاہر کرے گا کہ مجھے تلقین کی اجازت مل گئی اور اب میں مریدین وسالکین کی تربیت کے قابل ہو گیا ہوں تو اس کے پیر بھائیوں یا مریدوں میں کوئی اس کو نصیحت کرنے کی جراءت نہ کرے گا، خصوصاً اگر ہر وقت سر جھکائے رہنے اور گریبان میں منہ ڈالے رکھنے سے معتقدین کے قلوب میں اس کی عظمت وہیبت بھی قائم ہوئی ہو اور اس کے علاوہ دوسرے اسباب بھی ہوں جن سے ہیبت قائم ہوتی ہے۔ خواہ ان کے اختیار کرنے میں یہ سچا ہو یا متصنع ہو۔ جب اس کو سمجھ گئے تو درویش کو چاہئے کہ اپنے دوستوں اور مریدوں سے درخواست کیا کرے کہ (اگر مجھ میں کوئی بات خلاف شریعت وطریقت دیکھو) مجھے نصیحت کر دیا کرو اور اس بارے میں ان سے اصرار کرے۔

حضرت عمرؓ نے امتحان لیا

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کا امتحان کرنا چاہا اور فرمایا کہ اگر میں سیدھے راستہ سے ٹیڑھا ہو جاؤں تو تم کیا کروں گے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ ہم تلوار سے تمہارا سر جدا کر دیں گے۔ اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہاں تم کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

شریعت کی موافقت

پس شیخ ناقص کو اپنے مریدوں کے سامنے ایسی باتیں کرنے سے احتراز کرنا چاہئے کہ جو مرید اپنے شیخ کے ان افعال کو جو ظاہر میں برے معلوم ہوتے ہیں شریعت کی موافقت پر محمول نہ کرے اور ان میں تاویل کر کے اچھے محمل پر حمل نہ کرے اس کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ بات منہ سے نکالنا اولیاء کاملین ہی کو زیبا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے سچے وارث ہیں اور جو شخص ان کے درجہ کو نہ پہنچا ہوا سے کب جائز ہے کہ ایسی باتیں کہہ کر اپنے اوپر دوستوں کی نصیحت کا دروازہ بند کرے حالانکہ وہ وساوس و عیوب سے پاک ہونے کا محتاج ہے اور اگر کاملین سابقین میں سے کسی نے یہ بات کہی بھی ہو تو اس سے مقصود مریدوں کی مصلحت تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے پاس حجت واضحہ رکھتے ہیں۔ جس کے ساتھ ان کے احوال کی شہادت بھی ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے مورث ہی کے قدم پر چلتے رہتے ہیں تو ان کا اپنے مریدوں کو یہ امر کرنا زیبا تھا کہ ان کے تمام حالات کو شریعت کی موافقت پر محمول کریں۔

لیکن جس شخص کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہو وہ اپنے مریدوں کو کیسے حکم کرتا ہے کہ اس کے تمام افعال کو شریعت کی موافقت پر محمول کریں۔ اور اس کے سبب کاموں میں تاویل کیا کریں اور اس طرح اپنے آپ کو کلمہ خیر اور نصیحت سے محروم کر دے اور (متقدین میں سے کسی سے اگر یہ بات ثابت بھی ہو تو) اس حال کو ان اولیاء عارفین کے حال سے کیا نسبت جو اپنے تمام احوال کو نفاق سے اور تمام افعال کو ریاء سے متہم سمجھتے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول

امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا اس شخص پر رحم کرے جو مجھے میرے عیوب پر مطلع کردے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض دفعہ حضرت حذیفہ بن الیمان کے مکان پر جاتے اور ان سے کہتے کہ اے حذیفہ رضی اللہ عنہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہو اور منافقین کو پہچانتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات ہی سے ان کو جانتے ہو تو تم دیکھو کہ میرے اندر نفاق تو نہیں اگر ہو تو مجھے بتلادو، وہ جواب دیتے کہ اے امیر المومنین بخدا میں آپ کے اندر نفاق بالکل نہیں پاتا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ تم غور کرو اور اچھی طرح تامل کرو پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیر تک روتے رہتے یہاں تک کہ دونوں بے ہوش ہوجاتے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر رونا آتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خوف سے روتے کہ شاید میرے اندر کچھ نفاق خفیف سا ہو جو مجھے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو محسوس نہ ہوتا ہو۔

تو دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ ان کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہونا قطعی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جنتی ہونے کی شہادت بھی موجود ہے چنانچہ ارشاد ہے: ”لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ“. (سورہ فتح:۱۸) ”ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوگئے جب کہ وہ شجرہ حدیبیہ کے نیچے آپ سے بیعت کرتے تھے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بے شبہ بیعت رضوان میں موجود تھے اس پر بھی وہ اپنے نفس کو نفاق سے متہم سمجھتے تھے۔ جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا تو ہم جیسوں کا تو کیا حال ہونا چاہئے۔

نفس کی حمایت نہ کرے

اور درویش کی شان یہ ہے کہ جب اس پر بکاء اور خشیت طاری نہ ہو تو ایسی باتیں بیان نہ کرے جن میں اپنے نفس کی حمایت (اور طرف داری) ہو مثلاً یہ کہ بکاء اور رقت ناقصین پر طاری ہوا کرتی ہے کاملین کسی کلام کے سننے سے متاثر نہیں ہوا کرتے اور نہ ان پر احوال کا غلبہ ہوتا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنے لگے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو قرآن سن کر رو رہا تھا فرمایا: کبھی ہم بھی ایسے ہی تھے یہاں تک کہ ہمارے دل سخت ہو گئے۔

جنید بغدادیؒ کی حالت

اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو بیان کرنے لگے کہ ایک دفعہ سماع سے سب لوگ حرکت میں آ گئے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سکون کے ساتھ بیٹھے رہے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا: ''وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ''۔(النمل:۸۸) ''تم پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھو گے کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے یعنی نفخ صور کے وقت۔ مطلب یہ تھا کہ میری بھی یہی حالت ہے کہ ظاہر میں ساکن ہوں اور باطن میں متحرک ہوں''۔

اور اسی قسم کی بہت حکایتیں ہیں (ان کو اپنے نفس کی حمایت کے لئے بیان نہ کرنا چاہئے) کیونکہ اول تو یہ ان حضرات کے مقام پر نہیں ہے جن کی حکایتیں بیان کر رہا ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو کیا اور حالتوں میں بھی یہ ان کے ساتھ تھا (یا صرف گریہ اور رقت طاری نہ ہونے ہی میں ان کے ساتھ ہے)۔ (وصیۃ العرفان ۲۰۱۰ء)

☆☆☆

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا زہد و توکل

حکیم الامتؒ کے خلیفہ اجل حضرت مصلح الامت فرماتے ہیں کہ: ایک شخص کی چوری حضرت بابا فریدؒ نے کشف کے ذریعہ معلوم کرلی اور اللہ تعالیٰ نے ہدایت خلق کے لئے ان کے قلب میں ڈال دیا چنانچہ انہوں نے فرما ہی دیا کہ برادرانہ تقسیم ٹھیک نہیں۔ حضرت کے اس فرمانے کے بعد اس نے بھی کچھ عذر معذرت نہیں کی بلکہ جو نصف لے لیا تھا اس کو لاکر پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو لے لیا ہے اس کو رکھے رہو اور یہ نصف جو تم نے مجھے دیا ہے آخر میں اسے کسی کو دیتا ہی، لے جاؤ تمہیں کو دیتا ہوں۔ حضرت کو اس کی چوری کا کشف تو ہوا ہی تھا یہ عمل تو کشف سے بھی بڑھ کر کمال تھا کہ اسی کو کل دے دیا۔ زہد اور ترک دنیا کی اعلیٰ مثال ہے۔

مشائخ کے لئے تواضع اور استغناء لازم ہے

اور وہ جو میں نے کل کہا تھا کہ دو چیزیں بزرگی کی خصوصیت میں سے ہیں ایک تواضع اور ایک توکل۔ تو یہ بھی توکل اور استغناء کا نمونہ ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ میں دو چیزیں ضرور ہونی چاہئے ایک تواضع اور ایک استغناء۔ تواضع بڑی خوبی کی چیز ہے اور جس کے اندر یہ ہوتی ہے تو پہچان لی جاتی ہے لوگ

کہتے ہیں کہ بہت متواضع شخص ہے اسی طرح شیخ کے لئے استغناء کی بھی ضرورت ہے۔ اور یہ پیدا ہوتا ہے توکل سے۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے مال دنیا سے استغناء فرماتے ہوئے وہ رقم اسی کو دے دی جس نے چوری کی تھی۔

سیر نظری اور سیر قدمی

دیکھا آپ نے میں بزرگوں کی سیرت اور ان کے کمالات کی سیر نظری آپ کو کرا رہا ہوں جیسے ہم اپنی جگہ بیٹھے ہوئے دور دور کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں یہ سیر نظری کی مثال ہے اور جیسے ہوائی جہاز میں سے سب چیزوں کی دیکھتے ہوئے گزرتے چلے جاتے ہیں لیکن کسی چیز کو جا کر دیکھنے کے لئے بہت چلنا اور سفر کرنا پڑتا ہے تب انسان وہاں پہنچتا ہے اس کو سیر قدمی کہتے ہیں۔ پس سیر نظری تو آسان ہے مگر سیر قدمی مشکل ہے آپ جانتے ہیں یہ کام کہاں سے بگڑا۔ مشائخ کے یہاں غیر طالب پہنچتے ہیں۔ یوں آنے جانے والے بہت ہوتے ہیں مگر خدا کے طالب ان میں بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ دیکھئے حضرت فرید شکر گنج کی خدمت میں بھی وہ شخص پہنچا مگر نیت خراب، لیکن جب حضرت نے اس طرح سے اسے کل رقم دے دی تو اس پر آہستہ آہستہ اثر پڑا۔ وہیں رہا پھر کہا کہ حضرت مرید کر لیجئے۔ اس کے بعد بھی پڑا رہا چنانچہ حضرت نے اس سے فرمایا کہ جاؤ تم کو ملتان کی ولایت دی۔ ظاہر و باطن کی سب دولت پا گیا۔ دیکھئے آپ جھوٹ سے نکل کر کس مرتبہ پر پہونچا کہ ملتان کا صاحب خدمت ہو گیا۔

سب سے بڑی رکاوٹ کبر و عار ہے

بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے وطن میں اکتساب کمال کو کمال شمار فرمایا ہے۔

آیت: وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ: مَنْ هَاجَرَ

اِلَیۡھِمۡ ۔یعنی تے ’’وہ مال جو اہل حرب سے بلا جنگ وقتال حاصل ہو‘‘ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کو بھی حق ہے جو دار السلام (یعنی مدینہ) میں جو ان کا وطن ہے اور ایمان میں ان مہاجرین کے آنے کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں اور جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں۔اس آیت کے تحت بیان القرآن میں ہے کہ تبوؤ الدار کی صفت کو فعل میں دخل یہ ہے کہ۔

اپنے وطن میں اکتساب کمال کرنا خصوص انقیاد اور فرمانبرداری کرنا کمال کی بات ہے کیونکہ وطن میں ان امور سے بہت موانع پیش آتے ہیں نیز اپنی ریاست وجاہت کی وجہ سے عار بھی آتی ہے۔(بیان القرآن،ص:۱۲۵،جلد۱۱)

حضرت نے کیسی عمدہ بات بیان فرمائی بلاشبہ کبر وعاری کی وجہ سے انسان تحصیل کمال سے رہ جاتا ہے میں نے الہٰ آباد میں ایک دن اسی مضمون کو لوگوں کے سامنے بیان کیا۔اہل علم بھی موجود تھے میں نے کہا کہ:

اب اتنے دنوں کے بعد اس بڑھاپے میں جب کہ کسی چیز کی تحصیل کا وقت باقی نہیں رہا یہ بات سمجھ میں آئی کہ کسی انسان کو تحصیل کمال سے جو چیز مانع ہوتی ہے وہ اس کا کبر وعار ہے۔آدمی اپنے انہیں رذائل کی وجہ سے کمال حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ چیزیں اس کو کسی کے آگے جھکنے نہیں دیتیں ورنہ تو زمانے میں کیسے کیسے اہل کمال ہوتے ہیں لیکن لوگ ان سے کچھ بھی نہیں حاصل کرتے۔سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے ان سے فیض حاصل کر لیا تو پھر ہمارا کبر اور ہماری عار کہاں محفوظ رہے گی۔

میں حضرات اہل علم کو خصوصاً اس جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج علماء اور طلباء کو کوئی کمال جو نہیں حاصل ہوتا تو اسکی وجہ یہی انکا عار اور تکبر ہے یہی ان کی راہ مارے رہتا ہے اس کو اگر سمجھ لیں اور ہمت کر کے ترک کریں تو کمال کے درجے کو پہنچ سکتے ہیں چنانچہ جن لوگوں کو کمال حاصل ہوا ہے وہ اپنے کو مٹانے اور کسی کے آگے خود

کوگرانے اور اپنے کبر و عار کو ختم کرنے ہی سے حاصل ہوا ہے۔ تکبر اور عار کچھ تبرک نہیں ہے کہ اس کو اپنے ساتھ ساتھ لئے جاؤ۔ جونپور میں اپنے ایک وعظ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مضمون بیان فرایا کہ علماء مشائخ کے یہاں عار کی وجہ سے نہیں جاتے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں علماء سے کہتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں کو مشائخ کے یہاں جانے میں عار و تکبر نہیں ہے تو پھر نہ جایئے اصلاح حاصل ہے اور اگر عار او رکبر موجود ہے اس لئے نہیں جاتے تو اتنے زبردست رذیلہ کے موجود ہوتے ہوئے پھر اصلاح کہاں ہوئی یہ سن کر ایک مولوی صاحب نے ''یعنی مولانا ابوبکر صاحب شیث جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر کہا واہ مولانا واہ! آپ نے خوب رگ پکڑی۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کی شرح

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں اس مضمون کو بیان کیا ہے کہ عاری کی وجہ سے انسان اپنا نقصان کرتا ہے چنانچہ اوپر سے نجات حاصل کرنے کا طریق بتلاتے آرہے ہیں کہ وہ طریق شیخ کامل کی طرف سے توجہ اور تربیت اور طالب کی طرح شیخ کی متابعت واطاعت ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

سایۂ یزداں چو باشد دایہ اش　　　دارہا نداز خیال وسایہ اش
سایۂ یزداں بود بندہ خدا　　　مردۂ ایں عالم وزندہ خدا

یعنی اگر کوئی ظل اللہ اس شخص کا مربی بن جاوے تو خیال اور سایہ مذکور یعنی دنیا اور فکر دنیا سے اس کو نجات دے دے۔ اس ظل اللہ سے مراد خدا کا کامل بندہ ہے۔ جو اس عالم کا مردہ اور خدا کا زندہ ہے۔ ؎

روز سایہ آفتاب بے را بیاب　　　دامن شہ شمس تبریزی بتاب
رہ ندانی جانب ایں سور وعرس　　　از ضیاء الحق حسام الدیں بہ پرس

یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ ظل اللہ یعنی مرشد کامل موصل الی اللہ ہوتا ہے تو اس کے ذریعہ سے آفتاب یعنی ذات حق کو حاصل کرو یعنی شاہ شمس الدین تبریز کا دامن پکڑو (یہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں) اور اگر اس فیض عام اور لذت بخش کو ان سے حاصل نہ کر سکو تو مولانا ضیاء الحق حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے (کہ نائب ہیں) دریافت کرو (مولانا ضیاء الحق کو اول فیض حضرت شمس سے ہوا ہے پھر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے تو یہ مولانا کے پیر بھائی بھی ہیں اور خلیفہ بھی۔ مولانا نے اس مقام پر تواضعاً ان کا صرف حضرت شمس سے مستفید ہونا بیان کیا ہے۔

آگے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جو مضمون بیان فرما رہے ہیں مجھے اس وقت اسی کا بیان کرنا مقصود تھا فرماتے ہیں کہ۔

در حسد ابلیس را باشد غلو — در حسد گیرد ترا در رہ گلو

با سعادت جنگ دارد از حسد — کوز آدم ننگ دارد از حسد

اے خنک آں کش حسد ہمراہ نیست — عقبۂ زیں صعب تر در راہ نیست

یعنی اگر حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت مولانا ضیاء الحق کا اتباع کرتے ہوئے تم کو عار آوے کہ میں کس سے کم ہوں کہ کسی کا اتباع کروں تو اس کا منشا حسد ہو تو اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ اس صفت میں کمال رکھتا ہے کہ اس کو آدم علیہ السلام سے بوجہ حسد کے عار ہوا تھا اور واقع میں اس حسد کی وجہ سے اپنی ہی منفعت اور سعادت سے مخالفت کرتا تھا اس راہ سلوک میں بھی اس حسد سے بڑھ کر کوئی امر مانع نہیں ہے کہ اس کے سبب سے ناقصین کمال حاصل کرنے سے رہ گئے کامل کی اتباع کرنے کو خلاف شان سمجھا اور بالخصوص اپنے شیخ کے خلیفہ سے کہ وہ اپنا پیر بھائی ہوتا ہے رجوع کرنا تو غالب طبائع کے خلاف ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم بوجہ پیر بھائی ہونے کے اس کے ساتھ مساوات کا مرتبہ رکھتے ہیں پھر اس سے کس طرح التجا

کریں اور تکمیل بدون اتباع کسی کامل کے ممکن نہیں۔ وہ شخص بڑا خوش حال ہے جس کے پاس حسد نہیں۔ (کلید مثنوی، ص:۸۲)

آج بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں موجود ہیں مگر دیکھتا کون ہے یہی وطن میں دیکھا یہی الہ آباد میں دیکھا۔ جانتے ہیں طریق کہاں سے خراب ہوا ہے۔ کام یہاں سے بگڑا کہ مشائخ کے یہاں جو لوگ آئے وہ طالب نہیں تھے۔ کوئی طالب اگر آوے تو اس سے یہ حضرات طریق کی باتیں کریں دوسرے قسم کے لوگ آجاتے ہیں اس لئے طبیعت دوسری طرف بٹ جاتی ہے۔

اصل تبرک

میں یہ کہہ رہا تھا کہ اصل تبرک ایمان ہے عمل صالح ہے اسی سے ترقیات باطنی ملتی ہیں۔ خدا کا دیدار خدا کی رضا ملتی ہے۔ یہ سب چیزیں تبرک ہیں اس کو تو لوگ نہیں لیتے۔ اور جہاں ہم جیسے کسی کو دیکھا تو بس بدن پر گرے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف یہ ظاہری چیزیں تبرک نہیں ہیں۔ اور اگر تبرک ہوئی بھی ہیں تو انہیں باطنی چیزوں کی وجہ سے یعنی ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے اس کو بہت بیان کرتا ہوں اور لوگوں کو سمجھاتا ہوں کہ شاید کسی کے سمجھ میں آجائے۔ (وصیۃ العرفان، ۲۰۰۹ء جنوری)

☆☆☆

بحمد الله تعالیٰ

''افاداتِ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ''

تکمیل کو پہونچی!

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ!

خادم آستانہ حبیب الامت حفظہ اللہ

محمد مفیض الدین قدوسی نوادوی

خانقاہ رحیمی و دار العلوم محمدیہ بنگلور، کرناٹک

مورخہ ۲۲/جنوری ۲۰۱۴ء

۲۰/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ بروز پیر

☆☆☆

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی مزید تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	جلد اول و دوم (سوم زیر طبع)
۲	انوار السالکین	
۳	انوارِ طریقت	
۴	قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی حقیقت	
۵	سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ	دو جلدیں (مزید زیر طبع)
۸	سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطباتِ حبان برائے دختران اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطباتِ حبان	دو جلدیں
۱۳	خطباتِ رمضان المبارک	چار جلدیں
۱۴	طالبات تقریر کیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	خواتین کے لئے منتخب تقاریر	
۱۶	خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر	
۱۷	مستورات کے لئے انقلابی تقاریر	
۱۸	الحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۹	زیاراتِ حرمین شریفین	
۲۰	مجالسِ حبیب الامت حفظہ اللہ	دو جلدیں

۲۱ فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲ اسرارِ طریقت (زیر طبع)

۲۳ انجمن دیندار چن بسویشور امسلمان نہیں

۲۴ رمضان المبارک کے مسائل وفضائل دوجلدیں

۲۵ امت کے روشن چراغ تین جلدیں

۲۶ گناہوں کے انبار دوجلدیں

۲۷ اسلام میں عورت کی عظمت

۲۸ فضائل اعمال کی فضیلت واہمیت

۲۹ صحت مند زندگی کے راز

۳۰ دُرِّ حبان جلد اول (طبی کتاب)

۳۱ عملی زندگی

۳۲ تصوف اور سلوک کی حقیقت

۳۳ صحت مند زندگی کے راز (طبی کتاب)

۳۴ اہل معرفت کی راہیں

۳۵ افاداتِ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆

ملنے کا پتہ

رحیمی کتب خانہ

RAHEEMI KUTUB KHANA

2nd Cross, Gangondanahalli
Near Chandra Layout Bangalore-39
Ph: 080-23180000 / 23397836